طلوعِ عشق
مصنف
آیت الله سید علي خامنه اي حفظه الله
جمع آوری
حجته الاسلام جواد علي اکبري

ازدواجی سفر

شروع کرنے والے نوجوانوں کو

حضرت آیۃ اللہ العظمیٰ خامنہ ای

کی نصیحتیں

جمع آوری: حجۃ الاسلام جواد علی اکبری

ای بک: مولانا صادق عباس فاضل قم

aalulbayt@gmail.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

آپ کی ازدواجی زندگی کے آغاز پر،

جو آپ کے جسم وجان اور قسمت وسرنوشت کا ملاپ ہے،

صدقِ دل سے آپ تمام بیٹے اور بیٹیوں کو ہدیہ تبریک پیش کرتا ہوں۔

میں آپ کو یہی سفارش کروں گا کہ

ایک دوسرے سے ''محبت'' کیجئے، اُن سے وفادار رہیے

اور خود کو ایک دوسرے کی سرنوشت میں شریک جانیں۔

مشترکہ زندگی میں ایک دوسرے سے الجھنے سے پرہیز کریں

اور چھوٹی اور بے اہمیت غلطیوں کو نظر انداز کردیں۔

خداوند عالم آپ کو خوش بختی، شیریں زندگی اور روحانی ارتقائ عطا فرمائے

اور محبت سے لبریز آپ کے گھر کو

تندرست اور صالح اولاد کے وجود سے گرمی اور روشنی بخشے، اِنْ شَاءَ اللہ

سید علی خامنہ ای

انتساب

کائنات کے سب سے بہترین

اور کامل ترین نوجوانوں،

علی علیہ السلام اور فاطمہ سلام اللہ علیہا

کے نام!

کہ جن کی نوسالہ ازدواجی زندگی

ہم سب کے لیے

تا قیامت

مشعلِ راہ ہے۔

سخن ناشر

''طلوعِ عشق''، دراصل عشق و محبت اور عہد و پیمان کے راستے پر قدم اٹھانے والے اور اپنی ازدواجی زندگی کا آغاز کرنے والے نوجوان لڑکے اور لڑکی کے نئے سفر کی شروعات ہے۔

''طلوعِ عشق''، درحقیقت رہبرِ عالی قدر کی خطباتِ نکاح کے موقع پر ہونے والی مشفقانہ نصیحتیں ہیں کہ جو انہوں نے مختلف سالوں میں ارشاد فرمائیں۔ یہ کتاب ''دفتر نشرِ فرہنگِ اسلامی'' تہران سے ۲۰۰٤ میں طباعت ہونے والی ''مطلع عشق'' کی پانچویں اشاعت کا اردو ترجمہ ہے۔

''طلوعِ عشق''، سماجی اور گھریلو مسائل کو اپنے اچھوتے اور نئے انداز سے بیان کر کے اُن کا صحیح اور عقلی و منطقی راہِ حل پیش کرتی ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ پُرنشیب و فراز والے اس ازدواجی راستے کی باریکیوں، نزاکتوں، حساسیت اور مشترکہ زندگی کے شریکوں کی ذمے داریوں کو بھی بیان کرتی ہے۔ اُمید ہے کہ کتاب کا مطالعہ آپ کی ازدواجی زندگی کو خوشحال اور معاشرتی فضا کو شیریں زندگی کے لیے سازگار بنانے میں آپ کی بھرپور مدد کرے گا۔

نشر ولایت پاکستان کا قیام ۲۰۰۲ئ میں عمل میں لایا گیا۔ اس ادارے کا مقصد رہبرِ معظّم ولی امر مسلمین جہان حضرت آیت اللہ العظمٰی امام خامنہ ای حفظہ اللہ کے تمام مطبوع اور غیر مطبوع آثار کی حفاظت اور اُنہیں اُردو زبان میں منتقل کرنا ہے۔

نشر ولایت پاکستان، دشمن کی ثقافتی یلغار کو روکنے کے لیے کوشاں ہے۔ اور یہ کتاب بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔ اُمید ہے کہ طلوعِ عشق آپ کے علمی ذوق میں اضافے کا سبب بنے گی۔

مقدمہ

انتظار کا سخت آزما سفر اپنے اختتام کو ہے، دو خوشحال اور چمکتے دمکتے چہروں کے آمنے سامنے ہونے اور رُخ زیبا سے نقاب الٹے جانے کے ساتھ یہ ''شیریں انتظار'' اپنے ''وصل'' میں تبدیل ہو جائے گا اور یوں دو دھڑکتے ہوئے دلوں کو اپنی اپنی حقیقی زندگی کے خوابوں کی تعبیر نصیب ہوگی۔

مومن اور نورانی نوجوان لڑکے اور لڑکیاں اس خدائی اور آسمانی ''رشتہ ازدواج'' کی دہلیز پر کھڑے ہیں۔ یہ ایک ایسا رشتہ ہے کہ جس میں منسلک ہو کر وہ ''ایک جان دو قالب'' ہو جائیں گے اور یہ ایک ایسی مضبوط گرہ ہے جو دو تقدیروں کو ایک ساتھ زندگی کے سفر پر لا کھڑا کرے گی۔

ملن اور بندھن کی اس محفل میں ایک طرف اپنے احساسات و نشاط سے بھرپور، عفت و حیا کی چادر میں لپٹی ہوئی ناز و سرور اور محبت سے سرشار اور اپنی آرزوں کے ساتھ زندگی کے نئے سفر اور نئے راستے پر نظریں جمائے دُلہنیں موجود ہیں تو دوسری جانب امید و شوق اور مصمم ارادوں کے مالک، عشق سے لبریز اور زندگی کے نشیب و فراز والی اس نئی اور طویل راہ پر اپنی منزل کی جانب خوف و اضطراب کے ساتھ نظریں جمائے ہوئے دولہا کھڑے ہیں تو تیسری جانب خوشی و مسرت میں ڈوبے ہوئے والدین کہ جن کی آنکھوں میں خوشی کے آنسوان کی محبت و شفقت کے بھرپور احساسات کی عکاسی کر رہے ہیں، جو اپنے بوستان حیات کے گلُوں

کے ملاپ کے منتظر ہیں۔

سب کی نظریں ''اُس آنے والے'' کے راستے کی جانب لگی ہوئی ہیں جو اپنے ''آسمانی کلام'' کے ذریعے عشق و محبت میں فریفتہ و مجذوب، دولہا اور دلہنوں کے دلوں کو ہمیشہ کے لئے آپس میں ملا دے گا۔

یہ کتنا روشن اور نورانی معاہدہ زندگی ہے کہ جہاں فرمانِ الٰہی ۱ کا اجرائ ہوگا اور زیبائی اور خوبصورتی کے خالق کی سب سے زیادہ خوبصورت نشانی سب کے سامنے ظہور کرے گی ۲ اور یہ سب سنت نبوی • اور سیرہ علویؑ کے ساتھ ہم آہنگ ہے۔ ۳

خاندان نبوت • کی مودّت سے لبریز ''دل''، ولادت و خوشیوں کے ان ایام میں اپنی فلاح و سعادت کے لئے ایک دوسرے کے ساتھ عہد و پیمان کے رشتے میں منسلک ہوتے ہیں اور یوں یہ دو عاشق کبوتر پَر سے پَر ملائے بہشت بریں اور قداست و پاکیزگی کے بلند آشیانے کیلئے اپنی پرواز کا آغاز کرتے ہیں۔

شریعت محمدی • میں ''ازدواج'' یا ''شادی'' کو بہت سہل و آسان بنایا گیا ہے جب کہ ''عقد'' یا ''نکاح'' میں بھی کسی قسم کی سختی نہیں رکھی گئی ہے۔ دولہا اور دلہن، شرائط کا خیال رکھتے ہوئے خود بھی اپنا نکاح پڑھ سکتے ہیں۔ لیکن سب کی خواہش یہی ہوتی ہے کہ ان دو دلوں اور دو خاندانوں کے ملاپ، زندگی میں برکت کے نزول اور اچھے شگون کے لئے کتنا ہی اچھا ہو کہ اس مرحلے کو کسی ایسے شخص کے ہاتھوں میں سونپیں کہ جو آدابِ شریعت سے بھی آگاہ ہو اور پاک و پاکیزہ روح اور نیک صفات کا مالک بھی، تا کہ اس کے پاکیزہ وجود کی برکت، رشتہ

ازدواج میں منسلک ہونے والوں کے چراغ عشق کو پہلے سے زیادہ روشن کردے، ان کی محبت و دلگرمی کو پہلے کی نسبت اور زیادہ گرما دے اور ''اس'' کے وجود کی مٹھاس ان کی نئی زندگی میں مزید شیرینی گھول دے۔

اور اس سے بڑھ کر کیا سعادت ہوگی کہ زندگی کی اس مشترکہ جدوجہد کی بنیاد رکھنے والا زمانے کا ولی فقیہ، اہل ایمان کے دلوں کا محبوب اور نائب امام زمانہ عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف ہو!

ایک محترم شخصیت دولہا اور دلہنوں کی کثیر تعداد کے سامنے کھڑی ہوتی ہے، تمام نکاح نامے اس کے ساتھ ہیں اور وہ ایک ایک کر کے تمام دولہا اور دلہنوں کا نام پکارتا اور انہیں لازمی ہدایات دیتا ہے۔

۱ ''وانکحوا الا یامٰی منکم والصالحین من عبادکم وامائکم۔'' (سورہ نور ۳۲)

۲ ''ومن آیاته ان خلق لکم من انفسکم ازواجاً لتسکنوا الیها وجعل منکم مودّةًورحمةً''۔ (سورہ مریم ۲۱)

۳ النکاح سنّتی فمن رغب عن سنتی فلیس منّی۔ (بحار الانوار، جلد ۱۰۰، صفحه ۲۲۰)

تمام نکاح ناموں میں مشترک چیز ''مہر'' کا ایک ہونا ہے یعنی صرف ''۱۴ سکے ۱۔'' البتہ بہت سے دُولہاوں نے اس کے ساتھ ساتھ حج، مکہ مدینہ کی زیارتوں اور عتبات عالیات کے سفر یا اپنے اپنے شوق و ذوق کے مطابق بہت سے دوسرے معنوی اور روحانی تحفوں کا بھی انتظام کیا ہے۔ یہ ہے اس محفل میں آنے کی شرط۔ وہ اپنی ہدایات کو جاری رکھتا ہے: ''آغا''

دلہنوں کی جانب سے وکیل ہیں جب کہ جناب محمدی گلپایگانی دولہاوں کی طرف سے اپنی وکالت کے فرائض انجام دیں گے۔ یہ وہ مقام ہے کہ جہاں دلہنیں خدا کی عطا کردہ نعمت کیلئے کرامت و بزرگی اور سرفرازی کا احساس کرتی ہیں اور دل ہی دل میں دولہاوں پر اپنی برتری جتاتی ہیں۔ دولہا حضرات تھوڑی سے دیر کے لئے افسردہ تو ہوتے ہیں لیکن فوراً ہی اپنے دل کو اس خیال سے تسلی دیتے ہیں کہ اصل قصہ تو ''اَنکحتُ (میں نے تمہارا نکاح کیا)'' کا ہے کہ جسے ''آغا'' اپنی زبان مبارک سے ادا کریں گے۔ بس یہیں سے پتہ چل جاتا ہے کہ اس شریکہ حیات کا کتنا خیال رکھنا چاہیے کہ جس کا ''وکیل'' نائب امام جیسی شخصیت ہو!

''تمام چیزیں تیار ہیں''! ایک بلند آواز محفل پر طاری سکوت کو توڑتی ہے تو دوسری جانب ''شوقِ وصل'' اور عشق میں دھڑکنے والے دلوں کی دھڑکنوں کو اور تیز کر دیتی ہے، وصال کا وقت آ گیا اور منزل قریب آتی نظر آ رہی ہے۔

اور تھوڑی دیر بعد امام بارگاہ کے وسیع و عریض ہال کے کونے میں بنے ہوئے دروازے سے پردے کو ہٹایا جاتا ہے اور امام زمانہ عجل اللہ تعالی فرجہ الشریف کے نائب کا چہرہ پرنور اپنی تمام نورانیت، خوبصورتی، جذابیت اور مخصوص مسکراہٹ کے ساتھ نمودار ہوتا ہے۔ خورشید ولایت کے ظہور پر حاضرین کے لبوں پر صلوات کے نغمہ جاوید کی گونج اور آنکھوں سے اشک شوق کا جاری ہونا دراصل سینوں میں دھڑکنے والے ان مجذوب و فریفتہ دلوں کا پتہ دے رہا ہے جو شکر گزاری اور سپاس کے جذبات کے ساتھ اپنے زندگی کے شیریں لمحات کا جشن منا رہے ہیں۔ ''آغا'' اپنی مہربان آنکھوں سے حاضرین کو سیراب کرتے ہیں اور سب کو ''خوش

آمدید'' کہتے ہیں۔

۱ایران میں آج کل رسم ہے کہ مہر کو سونے کے سکوں کی شکل میں رکھا جاتا ہے۔ ہر سونے کا سکہ (سکہ بہار آزادی) آج کل تقریباً پاکستانی 7500/= روپے کا ہے۔ (مترجم)

اِن محافل کی رسم کے مطابق ابتدا میں رہبر عالی قدر اپنے پدرانہ اور مشفقانہ انداز میں چند مختصر مگر پُر معنیٰ جملے، حکمتوں سے لبریز قیمتی گوہروں اور درس زندگی کے قیمتی نکات کو خوش بختی کے راستے پر قدم اٹھانے والوں کی نظر کرتے ہیں۔ اے کاش سرزمین ایمان کے تمام دولہا اور دلہن کہ جو اس مہربان اور شفیق پدر کے روحانی بیٹے اور بیٹیاں ہیں، اپنی اپنی زندگی کے آغاز پر اِن حکمت ہائے گوہر بار سے بہرہ مند ہوتے اور اپنے طولانی اور یادگار سفر کے لئے اس دسترخوانِ کرم سے توشہ راہ مہیا کرتے!

نکات کے بیان کے بعد دلوں کا یہ محبوب ایک ایک کر کے تمام دلہنوں سے وکیل بننے کی اجازت لیتا ہے۔

یہ وہ مقام ہے کہ جہاں کوئی بھی دلہن ''جی'' کہنے میں نخرے یا شرم اور پس وپیش سے کام نہیں لیتی کیونکہ یہ لمحات لوٹ کر آنے والے نہیں۔ ''آغا'' چند دلہنوں سے اجازت لینے کے بعد باری آنے والی دلہن کا نام لیتے ہیں اور مہر کی رقم اور نکاح نامے میں موجود دیگر شرائط کے بیان کے ساتھ اُس سے وکالت کی اجازت طلب کرتے ہیں دوسری دلہنوں کی طرح جلدی جلدی ''جی'' کہنے کے بجائے یہ دلہن چپ رہتی ہے۔ حاضرین حیرت میں ڈوب جاتے ہیں۔ ''آغا'' تھوڑی دیر صبر کرتے ہیں، ''اگر آپ نے مجھے اپنا وکیل نہیں بنایا تو میں آگے

بڑھ جاوں گا''۔ دلہن فرطِ جذبات سے گلے میں لگے پھندے کو دور کرتے ہوئے لب کھولتی ہے: ''آغا ایک شرط ہے!'' حاضرین اور تعجب کرتے ہیں۔ ''میری بیٹی کیا شرط ہے؟''۔ دلہن نے پہلے سے زیادہ پُر اعتماد لہجے میں کہا: ''اس شرط پر آپ کو اپنا وکیل بناتی ہوں کہ آپ روزِ قیامت میری اور میرے والد کی شفاعت کریں گے''۔ حاضرین میں سے کوئی با آواز بلند کہتا ہے: ''آغا یہ سپاہ اسلام کے عظیم جنرل شہید کی دختر ہیں''۔ حاضرین منقلب ہو جاتے ہیں۔ آغا متواضع لہجے میں فرماتے ہیں کہ ''میری بیٹی! یہ تمہارے شہید والد ہیں کہ جو ہم سب کی شفاعت کریں گے!'' اسلام اور حضرت زہرا سلام اللہ علیہا کے ان انصاروں کے ذکر سے محفل میں دوسرے معنوی رنگ پھیل جاتے ہیں۔ ''آغا'' کے بعد محمدی صاحب نے بھی دولہاوں سے وکالت لی اور اب صیغہ عقد یا نکاح پڑھانے کے لئے تمام چیزیں تیار ہیں۔

پهلی بات

ازدواج يا شادي: ناموسِ فطرت اور قانونِ شريعت

دریچہ

اب آسمانی ملاپ کا وہ پُرشکوہ لمحہ نزدیک آ پہنچا ہے۔

دو ہمسفر نوجوان، خداوند عالم کی مرضی اور رضا کے مطابق چاہتے ہیں کہ

ایک دوسرے کے ہاتھ میں ہاتھ دے کر زندگی کے راستے پر قدم اٹھائیں

اور اپنے بلند و بالا اہداف کی طرف حرکت کریں۔

یہ کیسا مضبوط اور اہم عہد و پیمان ہے!

انسان کی طبع اور جبلّت اپنے ''جوڑے'' کی متلاشی ہے

جب کہ جان و دل میں موجزن یہ دریائے پُرتلاطم صرف

''ہمسر'' اور ''ہم رتبہ اور ہم پلہ'' ہی سے ساکن ہوسکتا ہے، بے قرار روح ''اُس'' کے بغیر

پھیکے پن اور خلا کا احساس کرتی ہے۔

خدا بھی ان میں سے ہر ایک کو دوسرے کے بغیر پسندیدہ نگاہوں سے

نہیں دیکھتا ہے جب کہ پیغمبر اکرم ﷺ نے ''شادی'' کو اپنی سنت، رضائے الٰہی

تک پہنچنے کی راہ اور نصف دین کو محفوظ کرنے کا وسیلہ قرار دیا ہے۔ رشتۂ ازدواج میں منسلک

ہونے والے

یہ دونوں نوجوان، زندگی کے اس ''معاہدے'' کے

متعلق زیادہ جاننا چاہتے ہیں کہ تا کہ وہ علم اور آگاہی کے ساتھ ''قبول ہے'' کہہ سکیں۔

لہٰذا اس ''سید'' کی باتوں کو سننا کس قدر شیریں ہے!

زندگی کا ہدف

زندگی ایک طولانی سفر ہے کہ جس میں مختلف منزلیں ہیں لیکن اس کا ایک بلند بالا ہدف بھی ہے۔ زندگی میں انسان کا ہدف یہ ہونا چاہیے کہ وہ اپنے اور دیگر موجوداتِ عالم کے وجود کو اپنے معنوی کمال کے لئے استعمال کرے۔

حقیقت تو یہ ہے کہ ہم اس دنیا کے لئے خلق نہیں ہوئے ہیں۔ ہم نے دنیا میں اس حالت میں قدم رکھا ہے کہ ہمیں اس میں آنے کا کوئی اختیار نہیں تھا۔ ہم اس دنیا میں ایک ایسے بچے کی مانند ہیں جو دوسروں سے اثر لیتا ہے، زمانہ گزرنے کے ساتھ ساتھ آہستہ آہستہ ہماری عقل رُشد پیدا کرتی ہے اور ہم اختیار اور انتخاب کی قدرت کے مالک بن جاتے ہیں۔ یہ وہ جگہ ہے کہ جہاں لازمی ہے کہ انسان صحیح انداز سے سوچے، صحیح چیز کا انتخاب کرے اور اپنے اُس انتخاب کے مطابق قدم اٹھائے اور آگے بڑھے!

اگر انسان اس فرصت کو غنیمت جانے اور اس دنیا کے چند دنوں سے کہ جب تک وہ یہاں

ہے، بہترین استفادہ کرے تو وہ اپنے آپ کو کمال تک پہنچا سکتا ہے اور جس دن اِس دنیا سے رخصت ہوگا تو وہ اُس شخص کی مانند ہوگا کہ جو زندان سے رہائی پاتا ہے اور یہیں سے حقیقی زندگی کا آغاز ہوتا ہے۔

شادي، اسلامي اقدار کا جلوه

سب سے پہلی اور بنیادی بات یہ ہے کہ یہ شادی کہ جسے خداوند عالم نے (انسانی رشد و کمال کے لئے بہترین) روش و طریقہ قرار دیا ہے اور انسانی خلقت بھی اسی کا تقاضا کرتی ہے، خداوند عالم کے اسرار میں سے ایک سِرّ، اس کی نعمتوں میں سے ایک نعمت اور حیات بشری کے مظاہر میں سے ایک ناقابلِ اجتناب مظہر ہے۔ ایسا ہوسکتا تھا کہ خداوند عالم آسمانی قوانین میں شادی کو لازم اور واجب یا جائز قرار دیتا اور لوگوں کو چھوڑ دیتا کہ وہ (ازروئے ناچاری یا ازروئے اختیار) شادی کریں۔ لیکن اس نے یہ کام نہیں کیا بلکہ ''ازدواج'' کو ایک ''قدر'' (VALUE) قرار دیا ہے یعنی جو بھی رشتہ ازدواج میں منسلک نہیں ہوگا وہ خود کو اس فضیلت سے محروم کردے گا۔

خداوند عالم کا اصرار

اسلام کی رُو سے گھر بسانا ایک فریضہ ہے اور یہ ایسا عملی فریضہ ہے کہ مرد و عورت مل کر اس کام کو ایک ''خدائی امر'' اور ایک ''وظیفے'' کے تحت انجام دیں۔ اگر چہ کہ ''شادی'' کو شرعاً زمرہ

واجبات میں (براہ راست) ذکر نہیں کیا گیا ہے لیکن اسلامی تعلیمات میں اس امر کے لئے اتنی توجہ اور ترغیب دلائی گئی ہے کہ انسان سمجھ جاتا ہے کہ خداوند عالم اس امر کے لئے کتنا اصرار کرتا ہے۔ یہ اصرار صرف ایک کام کو معمولی طور سے انجام دینے کے لئے نہیں ہے بلکہ ایک یادگار واقعے اور انسانی زندگی اور معاشرے پر تاثیر گزار امر کی حیثیت سے اس پر توجہ دی گئی ہے، لہٰذا اسی لئے نوجوان لڑکے اور لڑکی کے بندھن پر اتنی زیادہ ترغیب دلائی گئی ہے اور ''جدائی'' اور ''دوری'' کو مذمت کی نگاہ سے دیکھا گیا ہے۔

خداوند عالم مرد اور عورت کي تنہائي کو پسند نہیں کرتا!

خداوند عالم مرد اور عورت کی تنہا زندگی کو پسندیدہ نگاہ سے نہیں دیکھتا ہے۔ خاص طور پر وہ جو نوجوان ہوں اور شادی اور گھر بسانے کی دہلیز پر کھڑے ہو کر بھی تنہائی کو ترجیح دیں۔ لیکن یہ صرف نوجوان لڑکے لڑکیوں سے مخصوص نہیں ہے۔ خداوند عالم مشترک ازدواجی زندگی سے خوش ہوتا ہے۔ ایک مرد اور عورت کا تمام زندگی اکیلے زندگی گذارنا، اسلام کی نگاہ میں کوئی مطلوب چیز نہیں ہے۔ ایسا انسان، معاشرے میں ایک بیگانے موجود کی مانند ہے۔ اسلام کی خواہش یہ ہے کہ ایک گھرانہ، انسانی معاشرے کی ایک حقیقی اکائی ہو نہ کہ ایک اکیلا انسان۔

وقت پر شادي = سنّت نبوي •

ایک مشہور و معروف روایت میں رسول اکرم • نے ارشاد فرمایا کہ ''نکاح میری سنت ہے''۔

البتہ، تخلیق انسانی کی ایک خاص روش ہے اور تمام انسانوں اور تمام اقوام و ادیان میں یہ روش رہی ہے۔ پس حضرت • نے کیوں فرمایا کہ یہ میری سنت ہے؟ آخر اس کو اپنی سنت قرار دینے اور اپنے رفتار و عمل سے مخصوص کرنے کے کیا اسباب ہیں؟ شاید یہ سب اس جہت سے ہو کہ اسلام نے گھر بسانے کے لئے بہت زیادہ تاکید کی ہے جب کہ دوسری شریعتوں اور ادیان میں شادی پر کم تاکید کی گئی ہے۔ آپ ملاحظہ کیجئے کہ اسلام نے ''شادی'' اور ''گھر بسانے'' پر جو تاکید کی ہے کہ وہ دنیا کے کسی بھی مکتبِ فکر اور دنیا میں رائج کسی بھی فلسفے اور سیاست میں موجود نہیں ہے۔ اسلام اس بات پر اصرار کرتا ہے کہ لڑکے اور لڑکیاں اس سن و سال میں شادی کریں کہ جس میں وہ (جسمانی و عقلی طور پر) شادی کے قابل ہو جائیں۔

نکاح، فطری تقاضے کو پورا کرنے کے علاوہ ایک دینی اور اسلامی سنت بھی ہے۔ اس بنا پر یہ بہت آسان ہے کہ جو بھی اس عمل کے لئے کہ فطرت و ضرورت جس کا تقاضا کرتی ہے اقدامات کرے گا وہ ثواب بھی حاصل کرے گا۔ لہٰذا وہ سنت نبوی • کی ادائیگی اور رسول اکرم • کے حکم کی اطاعت کی غرض سے شادی کے لئے اقدامات کرے گا۔ شادی ایک فطری آئین اور خداوند عالم کی طرف سے دکھائی گئی ایک راہ ہے جب کہ رسول اکرم • نے اسے اپنی سنت قرار دیا ہے۔ اس کا سبب یہ ہے کہ اسلام نے اس مسئلے پر بہت زیادہ اور خاص تاکید کی ہے، کیوں؟ کیونکہ یہ مسئلہ بہت اہمیت کا حامل ہے اور انسانی تربیت میں خاندان کی تشکیل کے بہت گہرے اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ اسی طرح فضائل و کمالات کے ارتقا اور تربیتی، روحی، عملی اور ہمدردی و محبت کے لحاظ سے ایک صحیح و سالم انسان کی (مکمل) ظاہری و باطنی تعمیر میں یہ عنصر بنیادی کردار کا حامل ہے۔

جواني کے عشق وشوق ميں شادي

حضرت ختمی مرتبت • اس بات پر بہت زیادہ تاکید فرماتے تھے کہ نوجوان لڑکے اور لڑکیاں جلدی شادی کریں۔ البتہ اپنے میل ورغبت اور اختیار سے، نہ یہ کہ دوسرے ان کی جگہ فیصلہ کریں۔ ہمیں چاہیے کہ اپنے معاشرے میں اس بات کو رواج دیں۔ نوجوانوں کو مناسب سن وسال میں کہ جب ان کی نوجوانی کی بہار اپنے عروج پر ہو، عشق وشوق کی اس جوش وگرمی کے ساتھ شادی کرنی چاہیے۔ یہ بات بہت سے افراد کے نظریات اور خیالات کے برخلاف ہے کہ جو یہ خیال کرتے ہیں کہ جوانی کے زمانے کی شادی دراصل ''وقت سے پہلے کِھلنے والا پھول'' ہے کہ جو جلد ہی مرجھا جاتا ہے لیکن حقیقت اس کے بالکل برعکس ہے۔ اگر شادی اور اس کے فلسفے کو صحیح طور پر درک کیا جائے اور یہ صحیح طور پر انجام پائے تو جوانی کی شادیاں اچھی اور بہت پائیدار ثابت ہوں گی اور ایسے خاندان میں میاں بیوی مکمل طور پر ایک دوسرے کے سچے دوست اور اچھے جیون ساتھی ثابت ہوں گے۔

وقتِ ضرورت، رشتہ ازدواج میں منسلک ہونا

اسلام کی یہی خواہش ہے کہ یہ مقدس امر اپنے صحیح وقت پر کہ جب اِس کی ضرورت محسوس کی جائے جتنا جلدی ممکن ہو، انجام پائے۔ یہ وہ امور ہیں جو صرف اسلام ہی سے مخصوص ہیں۔ یعنی جتنی جلدی ہو بہتر ہے۔ جلدی اس لئے کہ وہ وقت کہ جب لڑکا و لڑکی اپنے جیون ساتھی کی

ضرورت محسوس کریں تو یہ کام جتنا جلدی ممکن ہو انجام پائے ، بہتر ہے۔اس کا سبب یہ ہے کہ اوّلاً، رشتہ ازدواج میں منسلک ہونے کے دامن میں چھپی ہوئی خیر و برکات اپنے صحیح وقت پر انسان کو حاصل ہوں گی قبل اس کے کہ زمانہ گزرے یا اس کی زندگی کا بہترین حصہ گزر جائے۔ دوسری بات یہ کہ وقت پر شادی جنسی انحرافات اور بے راہ روی کا راستہ روکتی ہے۔لہٰذا حدیث میں ارشاد ہوا ہے کہ ''مَنْ تَزَوَّجَ اَحرَزَ نصفَ دِینِہِ''۱ (جس نے وقت پر شادی کی اس نے اپنا نصف دین محفوظ کر لیا)۔اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ انسان کے دین و ایمان کو متزلزل کرنے والے آدھے حملے اور ان کو لاحق خطرات صرف جنسی انحرافات اور بے راہ روی کی وجہ سے ہیں۔

شادی کی برکتیں اور فوائد

رشتہ ازدواج میں منسلک ہو کر ایک دوسرے کا شریک حیات اور جیون ساتھی بننا اور ''خوشحال گھرانے'' کی ٹھنڈی فضا میں سانس لینا دراصل زندگی کے اہم ترین امور سے تعلق رکھتا ہے۔شادی، مرد اور عورت دونوں کے روحانی آرام و سکون اور مل جل کر زندگی کی گاڑی کو دلگرمی کے ساتھ چلانے کا ایک وسیلہ ہے۔یعنی ایک دوسرے کی ڈھارس باندھنے، اطمینان قلب اور ایک ''غمخوار'' و ''مونس'' کی تلاش کا وسیلہ ہے کہ جس کا وجود میاں بیوی کی مشترکہ زندگی کا جزوِ لاینفک ہے۔

شادی، انسان کی جنسی، شہوتی اور جبلّتی جیسی فطری ضرورتوں کا مثبت جواب دینے کے علاوہ

تولید نسل اور صاحب اولاد ہونے جیسی زندگی کی بڑی خوشیوں کو بھی اپنے ہمراہ لاتی ہے۔

۱بحارالانوار، جلد، ۱۰۰ صفحہ ۲۱۹

پس آپ شادی کے مادّی اور معنوی پہلوؤں پر توجہ کیجئے کہ جب ایک انسان شادی کو اس نظر سے دیکھتا ہے تو وہ شادی کو مبارک و مسعود امر اور مفید حکم پاتا ہے۔ البتہ شادی کا سب سے اہم فائدہ ''گھر بسانا'' ہے جب کہ دیگر مسائل دوسرے درجے کے ہیں یا اس ''گھر بسانے'' والے امر کی مدد کرنے والے ہیں مثلاً تولید نسل یا بشری غرائز اور جبلّتوں کی سیرابی کا انتظام کرنا۔ نسلِ بشر کی ابتدا و بنیاد، شادی ہے، عَالم کی بقا شادی سے وابستہ ہے، تہذیب و تمدّن اور ثقافتیں شادی ہی کے ذریعے آنے والی نسلوں تک منتقل ہوتی ہیں اور سیاسی اور دیگر جہات سے معاشروں کا استقلال و آزادی، شادی سے ہی منسلک ہے۔ غرضیکہ شادی اپنے دامن میں بے شمار فوائد رکھتی ہے۔

شادي كي شرائط كمال

شریعت میں حکم دیا گیا ہے کہ رشتہ ازدواج کو مضبوطی سے قائم رکھا جائے لیکن اس کے ساتھ ساتھ میاں بیوی کی مشترکہ زندگی سے متعلق بہت سی شرائط کو بھی بیان کیا گیا ہے۔ مثلاً ازدواجی زندگی کے اخلاق و عمل کے بارے میں کہ جب آپ رشتہ ازدواج میں منسلک ہو

جائیں تو اپنی بیوی یا شوہر کے لئے اپنے اخلاق کو اچھا بنائیے، مشترکہ زندگی میں اس کی مدد کیجئے، عفوودرگذر سے کام لیں، ایک دوسرے سے محبت کریں، اس کے سچے اور مخلص دوست بنیں اور اس سے وفاداری کریں۔ یہ سب شریعت کے احکام اور دستور ہیں۔

البتہ شادی میں ''مادّی شرائط'' کو بہت آسان رکھا گیا ہے۔ جو چیز شادی میں اہم ہے وہ اپنے شریک حیات کے بشری پہلو اور اس کے انسانی احساسات کو ملحوظِ خاطر رکھنا ہے۔ رشتہ ازدواج میں منسلک ہونے والے لڑکے لڑکیوں کو چاہیے کہ اپنی زندگی کی آخری سانسوں تک ایک دوسرے کے ساتھ اچھے اخلاق سے پیش آئیں کیونکہ یہ سب اموراس بندھن اور اس رشتے کی حفاظت کرتے ہیں۔

شریعتِ مقدسہ نے انسان کے اجتماعی روابط اور تعلقات میں ''شادی'' جیسے اس انسانی امر پر دستخط تو کئے ہیں لیکن ساتھ ہی بہت سی شرائط بھی رکھی ہیں۔ ان جملہ شرائط میں سے ایک شرط یہ ہے کہ یہ انسانی امر ایک انسان کے دوسرے انسان سے رابطے کے دائرے سے خارج ہو کر ایک تجارتی لین دین کے معاملے میں تبدیل نہ ہو جائے۔ اس چیز کو شریعت ہرگز پسند نہیں کرتی ہے۔ البتہ یہ شرائط، شادی کی شرائط کمال میں شمار کی جاتی ہیں نہ کہ اس کے صحیح ہونے کی ۱، لیکن بہر حال یہ شرائط ہیں۔

اسلام کی نظر میں کفو اور ہم پلّہ ہونے کا تصور

شریعتِ مقدسہ میں شادی کے لئے جس چیز کو متعین کیا گیا ہے وہ لڑکے اور لڑکی کا ایک دوسرے کا کفو اور ہم پلہ ہونا ہے۔ کفو اور ہم پلہ ہونے کے سلسلے میں جو چیز قابل اہمیت ہے وہ ایمان ہے یعنی دونوں کو مومن، متقی اور پرہیز گار ہونا چاہیے اور یہ کہ دونوں اسلامی تعلیمات پر اعتقاد رکھنے والے اور ان پر عمل کرنے والے ہوں۔ جب یہ چیز حاصل ہو جائے تو بقیہ دوسری (مادّی) چیزوں کی کوئی اہمیت نہیں رہتی۔ جب شادی کرنے والے لڑکے لڑکی کی پاکدامنی، تقویٰ اور طہارت و پاکیزگی معلوم ہو اور دونوں ایک دوسرے کے کفو اور ہم پلہ ہوں تو بقیہ دوسری چیزیں خدا خود فراہم کر دے گا۔

اسلام میں اس مشترکہ جدوجہد اور زندگی کا معیار کہ جس کا نام ایک دوسرے کا جیون ساتھی بننا ہے، دین وتقویٰ سے عبارت ہے۔ المومن کفوالمومنۃ والمسلم کفوالمسلمۃ ۲ یعنی مومن مرد، مومن عورت کا کفو ہے جب کہ مسلمان مرد مسلمان عورت کا ہم پلہ ہے۔ یہ ہے دین کا بتایا ہوا معیار۔ البتہ جو بھی راہِ خدا میں آگے آگے، پیشقدم، دوسروں سے زیادہ فدا کاری کرنے والا، دوسروں کی نسبت زیادہ آگاہ اور بندگانِ خدا کے لئے زیادہ ہمدرد اور انہیں نفع پہنچانے والا ہو گا وہ سب سے بہتر اور بلند مقام کا حامل ہے۔ ممکن ہے کہ عورت اس مقام کی مالک نہ ہو تو اس میں کوئی قباحت نہیں، لیکن عورت کو چاہیے کہ خود کو اس بلند مقام کی طرف حرکت دے یا ممکن

ہے کہ عورت کا مقام مرد سے زیادہ بلند ہو اور مرد اس رتبے کا حامل نہ ہو۔ پس مرد کو چاہیے کہ اس بلند مقام و منزل کی جانب قدم اُٹھائے۔

----

۱ ہر چیز کی کچھ شرائط ہوتی ہیں۔ کچھ شرائط اس عمل کے صحیح ہونے اور کچھ اس کے کمال سے متعلق ہوتی ہیں۔ مثلاً نماز کی شرائط صحت یا صحیح ہونے کی جملہ شرائط میں سے چند شرط یہ ہیں کہ نمازی کا بدن، لباس اور نماز کی جگہ پاک ہو اور غصبی نہ ہو کہ اگر ان کا خیال نہ رکھا جائے تو نماز باطل ہے۔ لیکن کچھ شرائط نماز کے کمال سے متعلق ہیں مثلاً حضور قلب اور توجہ سے نماز کی ادائیگی ہو، خوفِ خدا سے گریہ کرنا اور اپنی ہر نماز کو آخری نمازِ سمجھ کر ادا کرنا وغیرہ۔ یعنی اگر ان شرائط نماز کا خیال نہ رکھا جائے تو بھی یہ نماز فقہی طور پر صحیح ہے۔ لیکن دین مقدس اسلام نے شرائط کمال پر بہت زور دیا ہے کہ جو نماز کو کمال کی طرف لے جاتی ہیں۔ اسی طرح شادی کی شرط کمال یہ ہے کہ شادی ایک تجارتی معاملے میں تبدیل نہ ہونے پائے لیکن اگر کہیں ایسا ہو کہ مہر اور جہیز زیادہ رکھا جائے تو ان کی وجہ سے خود شادی کے فقہی طور پر صحیح ہونے پر کوئی اثر نہیں پڑے گا اور شادی اپنی جگہ مکمل صحیح ہو گی لیکن اسلام کو یہ بات ہرگز پسند نہیں۔ (مترجم)

۲ وسائل الشیعہ، جلد ۲۰، صفحہ ۶۷

عاقل اور غافل انسان کا فرق

ایک وقت انسان شادی کرتا ہے اور کہتا ہے کہ ''پروردگارا! میں شادی کر رہا ہوں اور اپنی ایک

فطری ضرورت کو پورا کر رہا ہوں''۔ ممکن ہے کہ اس کی طبیعت و مزاج ہی اسی طرح کا ہو کہ وہ خدا کا شکر کرے اگر چہ کہ وہ اپنی زبان سے یہ جملے ادا نہ کرے یا ذہن میں بھی نہ لے کر آئے۔ لیکن توجہ رہے کہ انسان کی فطری ضرورت صرف اُس کی جنسی خواہش کو ہی پورا نہیں کرتی بلکہ مرد و عورت دونوں رشتہ ازدواج میں منسلک ہو کر اپنی مشترک زندگی کا آغاز کرتے ہیں، اپنا گھر بساتے اور اپنے چھوٹے سے خاندان کو وجود میں لے کر آتے ہیں۔ یہ بھی انسان کی ضرورتیں ہیں اور دیگر ضروریات کی مانند اس کا وجود انسانی حیات کے لئے اشد ضروری ہے۔ چنانچہ وہ کہتا ہے کہ ''خداوندا! میں اپنی اس فطری ضرورت کو پورا کر رہا ہوں، میں تیرا شکر گزار ہوں کہ تو نے مجھے موقع فراہم کیا، مجھے اجازت دی، مجھے یہ وسیلہ عطا کیا اور مجھے اچھی شریکہ حیات نصیب ہوئی۔ میں شادی کے بعد بھی اپنی نئی زندگی میں پوری کوشش کروں گا کہ تیری رضا اور خوشنودی کے مطابق عمل کروں''۔ یہ ایک طرح سے شادی کرنا اور اپنی نئی زندگی کا آغاز کرنا ہے۔ایک اور انسان ہے جو شادی تو کرتا ہے لیکن نہ خدا کا شکر ادا کرتا ہے، نہ اپنی شریکہ حیات کی قدر و قیمت جانتا ہے اور نہ ہی اس فرصت کو غنیمت شمار کرتا ہے کہ جو اُسے حاصل ہوئی ہے۔ یہ آدمی مست اور غافل انسان کی مانند ہے۔ اگر ایسی زندگی کو دوام بھی حاصل ہو جائے تو بھی یہ کبھی شیریں نہیں ہو سکے گی اور نہ ہی اس میں ایک دوسرے کی نسبت اپنی ذمہ داریوں کا خیال رکھا جائے گا۔

شادي کي نعمت کا شکرانه

آپ کو چاہیے کہ زندگی کے اس مرحلے کو کہ جب آپ اپنی ازدواجی زندگی کا آغاز کرتے ہیں اوراپنے گھرانے کی بنیادیں مضبوطی سے رکھتے ہیں، خداوندعالم کی عظیم نعمتوں میں سے ایک نعمت تصور کریں اوراس کا شکرانہ بجالائیں۔ ہمارے پاس جو کچھ ہے وہ خدا کا دیا ہوا ہے ''مابنا من نعمۃ فمن اللّٰہ''۱۔لیکن اس نعمت کی طرف توجہ اورنعمت دینے والی ذات کی یادآوری بہت اہمیت کی حامل ہے۔ بہت سی ایسی نعمتیں ہیں کہ جن کی طرف انسان توجہ بھی نہیں کرتا۔ بہت سے لوگ ہیں کہ جو شادی کرتے ہیں اور بہت سی خوبیوں کے مالک بن جاتے ہیں، اچھی اورشیریں زندگی انہیں نصیب ہوتی ہےاوروہ بہترین زندگی گزارتے ہیں لیکن اس بات کی طرف بالکل متوجہ نہیں ہوتے کہ یہ کتنی عظیم نعمت ہے کہ اُنہیں اپنی قسمت اور مستقبل کو اچھا بنانے والا کتنا اہم موقع نصیب ہوا ہے۔ جب انسان یہ نہ سمجھ سکے تو وہ نعمت کا شکریہ بھی ادا نہیں کرسکتا اور نتیجے کے طور پر رحمت الٰہی سے محروم ہوجاتا ہے جو انسان کے شکر کی وجہ سے اس پرنازل ہوتی ہے۔

لہٰذا انسان کو چاہیے کہ اس بات کی طرف توجہ کرے کہ یہ کتنی بڑی نعمت ہے اوراس نعمت کا شکرانہ کیسے ادا کیا جاسکتا ہے؟ ایک وقت انسان شکریے کو فقط اپنی زبان سے ادا کرتا ہے کہ ''خدایا تیرا شکر ہے''، لیکن یہ شکراس کے دل کی گہرائیوں تک سرایت نہیں کرتا ہے ایسا شکر صرف لقلقہ زبانی ہے اور اس کی کوئی قیمت نہیں۔ لیکن ایک وقت انسان اپنے دل کی

گہرائیوں سے خدائے متعال کا شکر گزار ہوتا ہے اور ایسا شکر بہت اہمیت کا حامل ہوتا ہے۔ ایسا انسان سمجھتا ہے کہ خداوند متعال نے اسے ایک نعمت دی ہے اور وہ حقیقت میں اپنے شکر کا اظہار کرتا ہے۔ یہ شکر کا بہترین درجہ ہے۔ جب بھی ہم خداوند عالم کا شکر یہ ادا کرتے ہیں تو اس شکرانے کی وجہ سے ہم پر ایک عمل کی انجام دہی لازم ہو جاتی ہے۔ بہت خوب، اب جب کہ خداوند کریم نے آپ کو یہ نعمت دی ہے تو اس کے بدلے میں آپ کو کیا کام انجام دینا چاہیے؟ اس نعمت کے جواب میں ہم سے ہماری قدرت سے زیادہ عمل کی توقع نہیں کی گئی ہے نعمت کے مقابلے میں جو چیز ہم سے مطلوب ہے وہ یہ ہے کہ ہم اس نعمت سے اچھا برتاو کریں اور اس اچھے برتاو کو اسلام میں معیّن کیا گیا ہے کہ جسے خاندانی اخلاق و حکمت سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ یعنی زندگی میں ہمیں کیا عمل اختیار کرنا چاہیے تاکہ ہماری زندگی ایک اچھی زندگی ہو۔

شادی کس لئے، مال و جمال کے لئے یا کمال کے لئے؟

اگر کوئی مال و جمال کے لئے شادی کرے تو روایت کے مطابق ممکن ہے کہ خداوند عالم اسے مال و دولت اور خوبصورتی دے اور یہ بھی ممکن ہے کہ اسے ان چیزوں سے محروم رکھے۔ لیکن اگر کوئی تقویٰ اور عفت و پاکیزگی کے حصول کے لئے شادی کرے تو خداوند عالم اسے مال و دولت بھی دے گا اور حسن و خوبصورتی بھی عطا کرے گا۔ ممکن ہے کہ کوئی یہ کہے کہ حسن و خوبصورتی تو عطا کرنے والی کوئی چیز نہیں ہے یعنی کسی کے پاس خوبصورتی ہے یا نہیں ہے! (دینے یا نہ دینے سے اس کا کیا تعلق؟) اس کے معنی یہ ہیں کہ خوبصورتی آپ کے دل اور

نگاہوں میں ہے۔ اگر انسان کسی کو کہ جو بہت خوبصورت نہ ہو، پسند کرے تو وہ اسے اچھا لگے گا یا وہ کسی کو پسند نہیں کرتا ہر چند کہ وہ بہت خوبصورت ہی کیوں نہ ہو، تو وہ اسے اچھا نہیں لگے گا۔

----

۱ بحار الانوار، جلد ۴۹، صفحہ ۲۶۹ (ہمارے پاس جو بھی نعمت ہے وہ خدا ہی کی عطا کردہ ہے)۔

اسلامی روش ہی بہتر ہے

عیسائیت اور یہودیت سمیت دیگر ادیان میں یہ رشتہ (شادی) مختلف صورتوں میں موجود ہے۔ اسلام نے اِن ادیان کی شادی کے طریقے کو معتبر جانتے ہوئے مرد و عورت کو میاں بیوی قرار دیا ہے اور ان کی اولاد کو بھی حلال زادہ سمجھا ہے۔

اسلام میں شادی کا تصور، طریقہ اور روش بقیہ تمام ادیان اور اقوام کے طریقہ ازدواج سے زیادہ بہتر ہے۔ شادی کے مقدمات، اس کی اصل و بنیاد نیز اس کا دوام و بقا انسان کی مصلحت کے عین مطابق رکھا گیا ہے۔ البتہ دوسرے ادیان میں ہونے والی شادیاں بھی ہمارے نزدیک معتبر اور قابل احترام ہیں یعنی وہ نکاح جو ایک عیسائی کے لئے اُس کے گرجا گھر یا ایک یہودی کے لئے اُس کے مَعبَد (کنیسہ) میں یا ہر قوم کے اپنے اپنے خاص طریقے سے انجام دیا جاتا ہے وہ ہمارے نزدیک صحیح ہے اور ہم اسے باطل نہیں کہتے ہیں۔ لیکن جو طریقہ

اسلام نے معین کیا ہے وہ دوسروں سے بہتر ہے کہ جس میں شوہر اور بیوی دونوں کے لئے الگ الگ حقوق، مشترکہ ازدواجی زندگی کے آداب اور ایک دوسرے کا جیون ساتھی بننے کی روش بھی بیان کی گئی ہے۔''اسلامی بنیاد'' یہی ہے کہ ایک گھرانہ تشکیل پائے اور وہ خوش بخت اور خوشحال بھی ہو۔

نکاح کے چند بول کے ذریعے؟

یہ نکاح جو ہم پڑھتے ہیں، درحقیقت اس کے چند بول (صیغوں) کے ذریعے ہم دو اجنبیوں اور مختلف ماحول و خاندان کے لڑکے لڑکی کو ایک دوسرے سے ملا دیتے ہیں۔ یوں یہ آپس میں اس طرح شیر و شکر ہو جاتے ہیں کہ یہ پوری دنیا سے زیادہ ایک دوسرے کے لئے محرم، ایک دوسرے کے سب سے نزدیک اور مہربان و غمخوار بن جاتے ہیں۔ دوسری بات یہ کہ ہم اس نکاح کے ذریعے انسانی معاشرے میں ایک نئی اکائی ایجاد کرتے ہیں اور یوں معاشرے کا یہ انسانی اجتماع ''گھرانے'' کی اکائی سے تشکیل پاتا ہے۔ تیسری بات یہ کہ آپ دونوں انسان ہیں، ایک بیوی ہے اور ایک شوہر کہ آپ میں سے ہر ایک کو دوسرے کی ضرورت ہے اور ہم اس نکاح کے چند جملے پڑھ کر آپ کی ان ضرورتوں کے مثبت حل کا سامان کرتے ہیں۔ ہم یہ تین کام انجام دیتے ہیں۔ یہ آپ کی زندگی کی ابتدا بھی ہے اور بنیاد بھی اب اس کے بعد آگے خود آپ کی ذمہ داری ہے۔

سب سے اہم ترین فائدہ

رشتہ ازدواج میں منسلک ہونے اور اپنا گھر بسانے کو اسلام میں بہت زیادہ اہمیت دی گئی ہے اور اس کے بہت سے فوائد ہیں لیکن اس کا سب سے اہم ہدف اور فائدہ اپنا گھر بسانا ہے۔ میاں بیوی کے درمیان محبت وخلوص اور ایثار وفداکاری کا یہ رشتہ اور معاشرے میں گھرانے کی ''اکائی'' کی تشکیل دراصل مرد وعورت دونوں کے روحانی آرام وسکون، کمال اور اُن کی شخصیت کے رشد اور پختگی میں بہت موثر کردار ادا کرتے ہیں۔ ان سب کے بغیر مرد کا وجود بھی ناقص ہے اور عورت کا وجود بھی نامکمل رہتا ہے۔ دوسرے تمام مسائل کا درجہ اس کے بعد آتا ہے۔ اگر یہ گھرانہ، صحیح وسالم اور محبت وخلوص کی فضا میں تشکیل پائے تو یہ معاشرے کے موجودہ اور آئندہ حالات پر اثر انداز ہوگا۔

ازدواجی زندگی کا آغاز دراصل گھرانے کی تشکیل کے لئے اقدام کرنا ہے جب کہ گھر کو بسانا درحقیقت تمام اجتماعی روابط کی اصلاح اور انسانی تربیت کی بنیاد ہے۔

درحقیقت شادی عبارت ہے لڑکے اور لڑکی کی اپنی مشترکہ ازدواجی زندگی شروع کرنے اور گھر بسانے سے۔ لڑکا اور لڑکی ایک دوسرے کو دیکھیں (اور پسند کریں)، شرعی عقد (نکاح) پڑھا جائے اور یہ ایک دوسرے کے میاں بیوی بن جائیں اور یوں محبت وخلوص کی فضا میں ایک گھرانے کی بنیاد رکھی جاتی ہے۔ خداوند عالم ہر لحاظ سے صحیح وسالم اور مسلمان گھرانے کو پسند کرتا ہے۔ جب ایک گھرانہ تشکیل پاتا ہے تو اس پر بہت سی برکتیں بھی نازل ہوتی ہیں، میاں بیوی کو اپنی بہت سی ضرورتوں کا مثبت حل مل جاتا ہے اور انسانی نسل اپنا سفر جاری رکھتی

ہے۔ ان تمام مراحل میں اصل چیز اولاد، خوبصورتی وزیبائی اور مال ودولت نہیں ہے بلکہ اصل جوہر یہ ہے کہ دو انسان مل کر اپنی مشترکہ ازدواجی زندگی کا آغاز کرتے ہیں چنانچہ اس مشترکہ زندگی کی فضا اور ماحول کو صحیح وسالم ہونا چاہیے۔

اس گھرانے کی بنیاد رکھنا بذات خود سب سے اہم عنصر ہے۔ خلقت بشر کی اساس اس پر رکھی گئی ہے کہ ایک مرد وعورت مل کر باہمی شراکت ورضامندی سے اس اکائی کی بنیاد رکھیں تاکہ زندگی آسانی سے، بغیر کسی مشکل وتشویش خاطر کے انسانی حاجت وضرورت کی جواب دہی کے لئے آگے بڑھے۔ اگر یہ سب چیزیں نہ ہوں تو جان لیں کہ زندگی اپنی ایک ٹانگ کے سہارے چل رہی ہے۔

دوسری بات

محبت و خلوص میں تشکیل پانے والا گھرانہ اور خانداني نظام زندگي

دریچہ

اب ہمارے بہترین اور عزیز ترین لڑکے اور لڑکیاں جان گئے ہیں کہ ''رشتۂ ازدواج'' میں منسلک ہونے اور اس مقدس بندھن کا سب سے بہترین نتیجہ اور اصل ہدف ''گھرانے'' کی بنیاد رکھنا ہے۔

آج کے زمانے میں سب ہی ''گھرانے'' کے متعلق باتیں کرتے ہیں اور سب ہی کو اس بارے میں تشویش لاحق ہے۔ معاشرتی اور تاریخی علوم کے ماہرین کسی بھی معاشرے کی سب سے پہلی اور بنیادی ترین شکل ''گھرانے'' کو قرار دیتے ہیں۔ اس طرح ماہرین نفسیات بھی انسانوں کے نفسانی حالات کی جڑوں کو ''گھرانے'' میں ہی تلاش کرتے ہیں۔ جب کہ تربیت کے شعبے سے منسلک مفکرین اور دانش مند حضرات ''گھر'' کو ہی تربیتی امور کا مرکز جانتے ہیں اور اجتماعی مصلح حضرات بھی ہر قسم کی اصلاح طلب تبدیلي وانقلاب کو ''گھرانے'' سے ہی مربوط قرار دیتے ہیں اور

سچ مچ، گھرانے کی اہمیت کتنی زیادہ ہے؟

اسلام کی اس بارے میں کیا نظر ہے؟

کس طرح ایک ''گھرانے'' کی بنیادوں کو مستحکم بنایا جاسکتا ہے؟

اور، اور، اور

اسلام اور معاشرے میں ''گھرانے'' کے مقام ومنزلت اور اس کے مختلف اثرات کو اسلام کے مایہ ناز مفکر اور فلسفہ شناس دانشمند کی حیثیت سے اپنے ہر دلعزیز قائد ورہبر سے سننا اس عظیم بنیاد کو رکھنے والے نوجوانوں کے لئے راہ گُشا ہے۔

کلمہ طیبہ یا پاک بنیاد

گھرانہ ''کلمہ طیبہ''۱ کی مانند ہے اور کلمہ طیبہ کی خاصیت یہ ہے کہ جب یہ وجود میں آتا ہے تو مسلسل اس کے وجود سے خیر وبرکت اور نیکی ہی ملتی رہتی ہے اور وہ اپنے اطراف کی چیزوں میں نفوذ کرتا رہتا ہے۔ کلمہ طیبہ وہی چیزیں ہیں کہ جنہیں خداوند متعال نے انسان کی فطری ضرورتوں کو مدنظر رکھتے ہوئے اس کی صحیح بنیادوں کے ساتھ اُسے تحفہ دیا ہے۔ یہ سب کلمہ طیبہ ہیں خواہ وہ معنویات ہوں یا مادیات۔

انساني معاشرے کي اکائي

جس طرح ایک انسانی بدن ایک اکائی ''سیل'' یا ''خلیے'' سے تشکیل پاتا ہے کہ ان خلیوں کی نابودی، خرابی اور بیماری خودبخود اور فطری طور پر بدن کی بیماری پر اختتام پذیر ہوتی ہے۔ اگر ان اکائیوں ''خلیوں'' میں پلنے والی بیماری بڑھ جائے تو خطرناک شکل میں بڑھ کر پورے

انسانی بدن کے لئے خطرے کا باعث بن سکتی ہے۔اسی طرح انسانی معاشرہ بھی اکائیوں سے مل کر بنا ہے جنہیں ہم ''گھرانہ'' کہتے ہیں۔ ہر گھر اور گھرانہ انسان کے معاشرتی بدن کی اکائی ہے۔جب یہ صحیح وسالم ہوں گے اور صحیح اور اچھا عمل انجام دیں گے تو معاشرے کا بدن بھی یقیناً صحیح وسالم ہوگا۔

اچھا گھرانہ اور اچھا معاشرہ

اگر کسی معاشرے میں ایک گھرانے کی بنیادیں مستحکم ہو جائیں، میاں بیوی ایک دوسرے کے حقوق کا خیال رکھیں، آپس میں خوش رفتاری، اچھے اخلاق اور باہمی تعاون سے پیش آئیں، مل کر مشکلات کو حل کریں اور اپنے بچوں کی اچھی تربیت کریں تو وہ معاشرہ بہتر صورتحال اور نجات سے ہمکنار ہوجائے گا اور اگر معاشرے میں کوئی مصلح موجود ہو تو وہ ایسے معاشروں کی باآسانی اصلاح کرسکتا ہے۔لیکن اگر صحیح و سالم اور اچھے گھرانے ہی معاشرے میں موجود نہ ہوں تو کتنے ہی بڑے مصلح کیوں نہ آجائیں وہ بھی معاشرے کی اصلاح نہیں کرسکتے۔

۱ سورہ ابراہیم کی آیت ۲۴ کی طرف اشارہ ہے کہ ارشاد رب العزت ہے: ''اللہ تعالیٰ نے کلمہ طیبہ کی مثال پیش کی ہے جیسے ایک شجر طیبہ کہ جس کی جڑیں زمین میں مستحکم ہوں اور شاخیں آسمان میں پھیلی ہوئی ہوں اور اپنے رب کے حکم سے اپنا پھل بھی لے کر آتا ہے''۔

ہر وہ ملک کہ جس میں گھرانے کی بنیادیں مضبوط ہوں تو اس ملک کی بہت سی مشکلات خصوصاً

معنوی اور اخلاقی مشکلات اس مستحکم اور صحیح و سالم گھرانے کی برکت سے دور ہو جائیں گی یا سرے ہی سے وجود میں نہیں آئیں گی۔ یہ بندھن اور ملاپ اور زندگی کا نیا روپ دراصل خداوند عالم کی بڑی نعمتوں میں سے ایک نعمت اور اُس کے اسرارِ خلقت میں سے یک سرّ ہے۔اسی طرح معاشروں کی صحت وسلامتی اور اصلاح و بہتری نیز ان کے بقااور دوام کا دارو مداراسی ازدواجی زندگی پر ہے۔

اگرایک گھرانہ صحیح صورت میں تشکیل پائے اور منطقی، عقلی اور اخلاقی اصول دونوں میاں بیوی پر حاکم ہوں اور وہ گھر، خدااور شریعت مقدسہ کے معیّن شدہ اصولوں کے مطابق چلے تو یہ گھرانہ اصلاح معاشرہ کی بنیاد قرار پائے گا نیز اس معاشرے کے تمام افراد کی سعادت کی بنیاد بھی یہی گھر بنے گا۔

گھر کو بسانا دراصل انسان کی ایک اجتماعی ضرورت ہے۔ چنانچہ اگر کسی معاشرے میں ''گھرانے'' صحیح و سالم اور مستحکم ہوں، حالاتِ زمانہ ان کے پائے ثبات میں لغزش پیدا نہ کریں اور وہ مختلف قسم کی اجتماعی آفات سے محفوظ ہوں تو ایسا معاشرہ اچھی طرح اصلاح پا سکتا ہے، اس کے باشندے فکری رشد پا سکتے ہیں، وہ روحانی لحاظ سے مکمل طور پر صحیح و سالم ہوں گے اور ممکن ہے کہ وہ نفسیاتی بیماریوں سے بھی دور ہوں۔

اچھے گھرانے سے محروم معاشرہ نفسیاتی بیماریوں کا مرکز ہے

اچھے گھرانوں سے محروم معاشرہ ایک پریشان، غیر مطمئن اور زبوں حالی کا شکار معاشرہ ہے

اور ایک ایسا معاشرہ ہے کہ جس میں ثقافتی، فکری اور عقائدی ورثہ آنے والی نسلوں تک با آسانی منتقل نہیں ہوسکتا۔ ایسے معاشرے میں انسانی تربیت کے بلند مقاصد آسانی سے حاصل نہیں ہو پاتے یا اس میں صحیح وسالم گھرانوں کا فقدان ہوتا ہے یا ان کی بنیادیں متزلزل ہوتی ہیں۔ ایسے معاشروں میں انسان اچھے تربیتی مراکز اور پرورش گاہوں میں بھی اچھی پرورش نہیں پا سکتے۔

صحیح وسالم گھرانے کا فقدان اس بات کا سبب بنتا ہے کہ نہ اس میں بچے صحیح پرورش پاتے ہیں، نہ نوجوان اپنی صحیح شخصیت تک پہنچ سکتے ہیں اور انسان بھی ایسے گھرانوں میں کامل نہیں بنتے۔ جب کہ اس گھر سے تعلق رکھنے والے میاں بیوی بھی صالح اور نیک نہیں ہوں گے، اس گھر میں اخلاقیات کا بھی فقدان ہوگا اور گذشتہ نسل کے اچھے اور قیمتی تجربات بھی اگلی نسلوں تک منتقل نہیں ہو سکتے ہیں۔ جب ایک معاشرے میں اچھا گھرانہ موجود نہ ہو تو جان لیجئے کہ اس معاشرے میں ایمان اور دینداری کو وجود میں لانے والا کوئی مرکز موجود نہیں ہے۔

ایسے معاشرے کہ جن میں گھرانوں کی بنیادیں کمزور ہیں یا جن میں اچھے گھرانے سرے ہی سے وجود نہیں رکھتے یا کم ہیں یا اگر ہیں تو ان کی بنیادیں متزلزل ہیں تو وہ فنا اور نابودی کے دھانے پر کھڑے ہیں۔ ایسے معاشروں میں نفسیاتی الجھنوں اور بیماریوں کے اعداد وشمار ان معاشروں سے زیادہ ہیں کہ جن میں اچھے اور مستحکم گھرانے موجود ہیں اور مرد وعورت گھرانے جیسے ایک مظبوط مرکز سے متصل ہیں۔

غیر محفوظ نسلیں

انسانی معاشرے میں گھرانہ بہت اہمیت اور قدر و قیمت کا حامل ہے۔ آنے والی نسلوں کی تربیت اور معنوی، فکری اور نفسیاتی لحاظ سے صحیح و سالم انسانوں کی پرورش کے لئے گھرانے کے فوائد تک نہ کوئی پہنچ سکتا ہے اور تعلیم و تربیت کے میدان میں نہ ہی کوئی چیز بھی گھر و گھرانے کی جگہ لے سکتی ہے۔ جب خاندانی نظامِ زندگی بہتر انداز میں موجود ہو تو ان کروڑوں انسانوں میں سے ہر ایک کے لئے دیکھ بھال کرنے والے (والدین جیسے دو شفیق وجود) ہمیشہ ان کے ہمراہ ہوں گے کہ جن کا کوئی بھی نعم البدل نہیں ہوسکتا۔

''گھرانہ'' ایک امن و امان کی داوی محبت اور پُر فضا ماحول کا نام ہے کہ جس میں بچے اور والدین اس پرامن ماحول اور قابل اعتماد فضا میں اپنی روحی، فکری اور ذہنی صلاحیتوں کو بہتر انداز میں محفوظ رکھتے ہوئے ان کی پرورش اور رُشد کا انتظام کر سکتے ہیں۔ لیکن جب خاندانی نظام ہی کی بنیادیں کمزور پڑ جائیں تو آنے والی نسلیں غیر محفوظ ہو جاتی ہیں۔

انسان، تربیت، ہدایت اور کمال و ترقی کے لئے خلق کیا گیا ہے اور یہ سب اہداف صرف ایک پرامن ماحول میں ہی حاصل کئے جاسکتے ہیں۔ ایسا ماحول کہ جس کی فضا کو کوئی نفسیاتی الجھن آلودہ نہ کرے اور ایسا ماحول کہ جس میں انسانی صلاحیتیں اپنے کمال تک پہنچیں۔ ان مقاصد کے حصول کے لئے ایسے ماحول کا وجود لازمی ہے کہ جس میں تعلیمات ایک نسل کے بعد دوسری نسل میں منعکس ہوں اور ایک انسان اپنے بچپنے سے ہی صحیح تعلیم، مددگار نفسیاتی ماحول اور دو فطری معلّموں یعنی والدین کے زیر سایہ تربیت پائے جو عالمِ دنیا کے تمام انسانوں سے

زیادہ اس پر مہربان ہیں۔

اگر معاشرے میں صحیح خاندانی نظام رائج نہ ہو تو انسانی تربیت کے تمام اقدامات ناکام ہو جائیں گے اور اس کی تمام روحانی ضرورتوں کو مثبت جواب نہیں ملے گا۔یہی وجہ ہے کہ انسانی تخلیق اور فطرت ایسی ہے کہ جو اچھے گھرانے، صحیح و کامل خاندانی نظام کے پُرفضا اور محبت آمیز ماحول اور والدین کی شفقت و محبت کے بغیر صحیح و کامل تربیت، بے عیب پرورش اور نفسیاتی الجھنوں سے دور اپنی لازمی روحانی نشوونما تک نہیں پہنچ سکتی ہے۔انسان اپنی باطنی صلاحیتوں اور اپنے احساسات و جذبات کے لحاظ سے اسی وقت کامل ہوسکتا ہے کہ جب وہ ایک مکمل اور اچھے گھرانے میں تربیت پائے۔ایک مناسب اور اچھے نظام زندگی کے تحت چلنے والے گھر میں پرورش پانے والے بچوں کے لئے کہا جاسکتا ہے کہ وہ نفسیاتی لحاظ سے صحیح وسالم اور ہمدردی اور مہربانی کے جذبات ۱ سے سرشار ہوں گے۔

ایک گھرانے میں تین قسم کے انسانوں کی اصلاح ہوتی ہے۔ایک مرد ہیں جو اس گھر کے سرپرست یا والدین ہیں، دوسرے درجے پر خواتین کہ جو ماوں کا کردار ادا کرتی ہیں اور تیسرے مرحلے پر اولاد کہ جو اس معاشرے کی آنے والی نسل ہے۔

اچھے گھرانے کي خوبياں

ایک اچھا گھرانہ یعنی ایک دوسرے کی نسبت اچھے، مہربان، پُرخلوص جذبات و احساسات کے مالک اور ایک دوسرے سے عشق و محبت کرنے والے میاں بیوی جو کہ ایک دوسرے کی

جسمانی اور روحانی حالت کو ملحوظِ خاطر رکھتے ہوئے ضرورت کے مطابق ایک دوسرے کی مدد کریں، ایک دوسرے کی فعالیت، کام کاج اور ضرورتوں کو اہمیت دیں اور ایک دوسرے کے آرام وسکون اور بہتری و بھلائی کو مدّنظر رکھیں۔ یہ سب پہلے درجے پر ہیں۔

۱ ماہرین نفسیات اس بات کے قائل ہیں اور ہماری احادیث و روایات بھی اس مطلب پر تاکید کرتی ہیں کہ گھر میں والدین کا اپنی اولاد سے ہمدردی، محبت، شفقت اور مہربانی و پیار سے پیش آنا بچوں کی تربیت اور ان کی نشو ونما میں بہت زیادہ موثر ہے۔ والدین کا خشک رویہ بچوں سے مہربانی، ہمدردی، اور پیار ومحبت کو سلب کرلے گا اور وہ بچے سخت مزاج، ناقص اور ناہموار طبیعت کے مالک ہوں گے۔ (مترجم)

دوسرے درجے پر اس گھرانے میں پرورش پانے والی اولاد ہے کہ جس کی تربیت کے لئے وہ احساس ذمّہ داری کریں اور مادی اور معنوی لحاظ سے انہیں صحیح وسالم پرورش کا ماحول فراہم کریں۔ ان کی خواہش یہ ہونی چاہیے کہ ان کے بچے مادی اور معنوی لحاظ سے سلامتی اور بہتری تک پہنچیں، انہیں بہترین تعلیم وتربیت دیں، انہیں مودّب بنائیں، اچھے طریقوں سے اپنی اولاد کو برے کاموں کی طرف قدم بڑھانے سے روکیں اور بہترین صفات سے ان کی روح کو مزیّن کریں۔ ایک ایسا گھر دراصل ایک ملک میں ہونے والی تمام حقیقی اصلاحات کی بنیاد فراہم کرسکتا ہے۔ چونکہ ایسے گھرانوں میں اچھے انسان ہی اچھی تربیت پاتے ہیں اور بہترین صفات کے مالک ہوتے ہیں۔ جب کوئی معاشرہ شجاعت، عقلی استقلال، فکری آزادی، احساس ذمہ داری، پیار ومحبت، جرآت و بہادری، وقت پر صحیح فیصلہ کرنے کی

صلاحیت، دوسروں کی خیر خواہی اور اپنی خاندانی پاکیزگی ونجابت کے ساتھ پرورش پانے والے لوگوں کا حامل ہوگا تو وہ کبھی بدبختی وروسیاہی کے شکل نہیں دیکھے گا۔

اچھے خانداني نظام میں ثقافت کي منتقلي کي آساني

ایک معاشرے میں اس کی تہذیب وتمدّن اور ثقافت کے اصولوں کی حفاظت اور آئندہ آنے والی نسلوں تک ان کی منتقلی اچھے گھرانے یا بہترین خاندانی نظام کی برکت ہی سے انجام پاتی ہے۔

رشتہ ازدواج میں نوجوان لڑکے لڑکی کے منسلک ہونے کا سب سے بہترین فائدہ ''گھر بسانا'' ہے۔ اس کا سبب بھی یہی ہے کہ اگر ایک معاشرہ اچھے گھرانوں، خاندانی افراد اور بہترین نظام تربیت پر مشتمل ہو تو وہ بہترین معاشرہ کہلائے جانے کا مستحق ہے اور وہ اپنی تاریخی اور ثقافتی خزانوں اور ورثہ کو بخوبی احسن اگلی نسلوں تک منتقل کرے گا اور ایسے معاشرے میں بچے بھی صحیح تربیت پائیں گے۔ چنانچہ وہ ممالک اور معاشرے کہ جن میں خاندانی نظام مشکلات کا شکار ہوتا ہے تو وہاں ثقافتی اور اخلاقی مسائل پیش آتے ہیں۔

اگر موجودہ نسل اس بات کی خواہش مند ہے کہ وہ اپنے ذہنی اور فکری ارتقائ، تجربات اور نتائج کو آنے والی نسلوں کو منتقل کرے اور ایک معاشرہ اپنے ماضی اور تاریخ سے صحیح معنیٰ میں فائدہ حاصل کرے تو یہ صرف اچھے گھرانوں یا اچھے خاندانی نظام زندگی کے ذریعے ہی ممکن ہے۔ گھر کی اچھی فضا میں اس معاشرے کی ثقافتی اور تاریخی بنیادوں پر ایک انسان اپنے

تشخص کو پاتا ہے اور اپنی شخصیت کی تعمیر کرتا ہے۔ یہ والدین ہی ہیں کہ جو غیر مستقیم طور پر بغیر کسی جبر اور تصنّع (بناوٹ) کے فطری اور طبیعی طور پر اپنے فکری مطالب، عمل، معلومات، عقائد اور تمام مقدس امور کو آنے والی نسلوں تک منتقل کرتے ہیں۔

خوشحال گھرانہ اور مطمئن افراد

اسلام ''گھرانے'' پر مکمل توجہ دیتا ہے اور گھرانے پر اس کی نظر خاص الخاص اہتمام کے ساتھ جمی ہوئی ہیں کہ جس کی وجہ سے خاندانی نظام یا گھرانے کو انسانی حیات میں مرکزیت حاصل ہے۔اسی لئے اس کی بنیادوں کو کمزور یا کھوکھلا کرنے کو بدترین فعل قرار دیا گیا ہے۔

اسلام میں گھرانے کا مفہوم یعنی ایک چھت کے نیچے دو انسانوں کی سکونت، دو مختلف مزاجوں کا بہترین اور تصوراتی روحانی ماحول میں ایک دوسرے کا جیون ساتھی بننا، دو انسانوں کے انس والفت کی قرارگاہ اور ایک انسان کے ذریعے دوسرے انسان کے کمال اور معنوی ترقی کا مرکز، یعنی وہ جگہ کہ جہاں انسان پاکیزگی حاصل کرے اور اسے روحانی سکون نصیب ہو۔ یہ ہے اسلام کی نگاہ میں خوشحال گھرانہ اور اسی لیے اسلام اس مرکز ''گھرانے'' کو اس قدر اہمیت دیتا ہے۔

قرآن کے بیان کے مطابق اسلام نے مرد و عورت کی تخلیق، ان کے ایک ساتھ زندگی گزارنے اور ایک دوسرے کا شریکِ حیات بننے کو میاں بیوی کے لئے ایک دوسرے کے آرام وسکون کا باعث قرار دیا ہے۔

قرآن میں ارشادِ خداوندی ہے کہ ''وَجَعَلَ مِنْھَا زَوْجَھَا لِیَسْکُنَ اِلَیْھَا''١

١سورہ اعراف ١٨٩

جہاں تک مجھے یاد ہے قرآن میں دو مرتبہ ''سکون'' کی تعبیر آئی ہے١

خداوند عالم نے انسانی جوڑے کو اس کی جنس (انسانیت) سے ہی قرار دیا ہے یعنی عورت کا جوڑا مرد اور مرد کا جوڑا عورت کو قرار دیا ہے تا کہ ''لِیَسْکُنَ اِلَیْھَا'' یعنی یہ انسان خواہ مرد ہو یا عورت، اپنے میاں یا بیوی سے آرام وسکون حاصل کرے۔

یہ آرام وسکون دراصل باطنی اضطراب کی زندگی کے پُر تلاطم دریا سے نجات وسکون پانے سے عبارت ہے۔ زندگی ایک قسم کا میدان جنگ ہے اور انسان اس میں ہمیشہ ایک قسم کے اضطراب و پریشانی میں مبتلا رہتا ہے لہٰذا یہ سکون بہت اہمیت کا حامل ہے۔ اگر یہ آرام و سکون انسان کو صحیح طور پر حاصل ہو تو اس کی زندگی سعادت وخوش بختی کو پالے گی، میاں بیوی دونوں خوش بخت ہو جائیں گے، اور اس گھر میں پیدا ہونے والے بچے بھی بغیر کسی نفسیاتی دباو اور الجھن کے پرورش پائیں گے اور خوش بختی ان کے قدم چومے گی۔ صرف میاں بیوی کے باہمی تعاون، اچھے اخلاق وکردار اور پُرسکون ماحول سے اس گھرانے کے ہر فرد کے لئے سعادت وخوش بختی کی زمین ہموار ہو جائے گی۔

زندگی کی کڑی دھوپ میں ایک ٹھنڈی چھاوں

جب میاں بیوی دن کے اختتام پر یا درمیان میں ایک دوسرے سے ملاقات کرتے ہیں تو دونوں ایک دوسرے سے یہی امید رکھتے ہیں کہ انہوں نے گھر کے ماحول کو خوش رکھنے، اسے زندہ بنانے اور تھکاوٹ اور ذہنی الجھنوں کو دور کر کے اسے زندگی گزارنے کے قابل بنانے میں اپنا اپنا کردار موثر طریقے سے ادا کیا ہوگا۔ ان کی ایک دوسرے سے توقع بالکل بجا ہے۔ اگر آپ بھی یہ کام کر سکیں تو حتماً انجام دیں کیونکہ اس سے زندگی شیریں اور میٹھی ہوتی ہے۔

انسان کی زندگی میں مختلف ناگزیر حالات و واقعات کی وجہ سے طوفان اٹھتے ہیں جس میں وہ ایک مضبوط پناہ گاہ کا متلاشی ہوتا ہے۔ میاں بیوی کا جوڑا اس طوفان میں ایک دوسرے کی پناہ لیتا ہے۔ عورت اپنے شوہر کے مضبوط بازوں کا سہارا لے کر اپنے محفوظ ہونے کا احساس کرتی ہے اور مرد اپنی بیوی کی چاہت وفداکاری کی ٹھنڈی چھاوں میں سکھ کا سانس لیتا ہے۔ مرد اپنی مردانہ کشمکش والی زندگی میں ایک ٹھنڈی چھاوں کا ضرورت مند ہے تاکہ وہاں کی گھنی چھاوں میں تازہ دم ہو کر دوبارہ اپنا سفر شروع کرے۔ یہ ٹھنڈی چھاوں اسے کب اور کہاں نصیب ہو گی؟ اس وقت کہ جب وہ اپنے گھر کی عشق والفت، مہربانی اور محبت سے سرشار فضا میں قدم رکھے گا، جب وہ اپنی شریکہ حیات کے تبسّم کو دیکھے گا کہ جو ہمیشہ اس سے عشق و محبت کرتی ہے، زندگی کے ہر اچھے و بُرے وقت میں اس کے ساتھ ساتھ ہے، زندگی کے ہر مشکل لمحے میں اس کے حوصلوں میں پختگی عطا کرتی ہے اور اسے ایک جان دو قالب ہونے کا احساس دلاتی ہے۔ یہ ہے زندگی کی ٹھنڈی چھاوں۔

'ومِن آیاتہ آن خلق لکم من آنفسکم آزواجاً لتسکنوا اِلیھا (سورہ روم ۲۱)

بیوی بھی اپنی روزمرہ کی ہزاروں جھمیلوں والی زنانہ زندگی میں (صبح ناشتے کی تیاری، بچوں کو اسکول کے لئے تیار کرنا، گھر کو سمیٹنا اور صفائی، دوپہر کے کھانے کی تیاری، بچوں کی اسکول سے آمد اور دوپہر کا کھانا کھلانا، سلانا، نماز، شام کی چائے، شوہر کی آمد اور رات کے کھانے کی فکر جیسی دیگر) دسیوں مشکلات اور اور مسائل کا سامنا کرتی ہے، خواہ وہ گھر سے باہر کام میں مصروف ہو اور مختلف قسم کی اجتماعی اور سیاسی فعالیت کو انجام دے رہی ہو یا گھر کی چار دیواری میں گھریلو کام کاج میں عرقِ جبیں بہا رہی ہو کہ اس کے اندرونِ خانہ کام کی زحمت و سختی اور اہمیت گھر سے باہر اُس کی فعالیت سے کسی بھی طرح کم نہیں ہے۔ ایک صنفِ نسواں اپنی لطیف و ظریف روح کے ساتھ جب ان مشکلات کا سامنا کرتی ہے تو اسے پہلے سے زیادہ آرام و سکون اور ایک مطمئن شخص پر اعتماد اور تکیہ کرنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ ایسا شخص کون ہے؟ وہ اس کے وفادار شوہر کے علاوہ اور کون ہوسکتا ہے؟!

انسان مشین تو نہیں ہے!

انسان کوئی گاڑی یا مشین تو نہیں ہے، انسان روح (اور جسم) سے مرکب ہے، وہ معنویت کا طالب، ہے، وہ ہمدردی و مہربانی اور ایثار و فداکاری کے جذبات و احساسات کا نام ہے اور وہ

زندگی کی کڑی دھوپ میں آرام وسکون کا متلاشی ہے اور آرام وسکون صرف گھر کی فضا میں ہی اسے میسر آسکتا ہے۔

گھر کے ماحول کو آرام دہ ماحول ہونا چاہیے۔ میاں بیوی میں ایک دوسرے کے لئے موجود ہمدردی اور ایثار ومحبت کے یہ احساسات ان کے اندرونی سکون میں اُن کے مددگار ثابت ہوتے ہیں۔ اس آرام وسکون کا ہرگز یہ مطلب نہیں ہے کہ انسان اپنے کام کاج کو متوقف اور فعالیت کو ترک کردے، کام کاج اور فعالیت بہت اچھی اور ضروری ہے۔ اس آرام وسکون کا تعلق دراصل زندگی کی مشکلات ومسائل سے ہے۔ انسان کبھی کبھی اپنی زندگی میں پریشان ہوجاتا ہے تو اس کی بیوی اسے سکون دیتی ہے اور مرد اپنے مضبوط بازوں سے بیوی کے وجود کو سنبھالتا اور اسے سہارا دیتا ہے تاکہ اسے آرام مل جائے۔ یہ سب اسی صورت میں ممکن ہے کہ جب گھر کی فضا اور ماحول آپس کی چپقلش، لڑائی جھگڑوں، باہمی نا اتفاقی اور مشکلات کا شکار نہ ہو۔

اچھے گھر کا پرسکون ماحول

ہر انسان کو خواہ مرد ہو یا عورت، اپنی پوری زندگی میں شب و روز مختلف پریشانیوں اور مشکلات کا سامنا رہتا ہے اور غیر متوقع حالات وواقعات سے اس کی زندگی اضطراب کا شکار رہتی ہے۔ یہ حادثات و واقعات انسان کو اعصابی طور پر کمزور، خستہ تن اور اس کی روح کو بوجھل اور طبیعت ومزاج کو چڑ چڑا بنا دیتے ہیں۔ ایسی حالت میں جب انسان ایک گھر کی

خوشگوار فضا میں قدم رکھتا ہے تو اس کا روح افزا ماحول اور سکون عطا کرنے والی نسیم اسے توانائی بخشتی ہے اور اسے ایک نئے دن ورات اور خدمت و فعالیت انجام دینے کے لئے آمادہ وتیار کرتی ہے۔اسی لئے خاندانی نظام زندگی یا گھرانہ، انسانی حیات کی تنظیم میں بہت کلیدی کردار ادا کرتا ہے۔البتہ یہ بات پیش نظر رہے کہ گھر کو صحیح روش اور اچھے طریقے سے چلانا چاہیے۔

ایک پُرسکون گھرانے سے میاں بیوی کو حاصل ہونے والے فائدے، گھر کی چار دیواری سے باہر ان کے دیگر فوائد کے اعداد و شمار کو زیادہ کرتے اور انہیں قدر و قیمت اور کیفیت عطا کرتے ہیں۔ رشتہ ازدواج کے بندھن میں ایک دوسرے کا جیون ساتھی بننا اور گھر بسانا میاں بیوی کے لئے زندگی کا بہترین ہدیہ ہے۔ یہ روحانی آرام وسکون، زندگی کی مشترکہ جدوجہد کے لئے ایک دوسرے کو دلگرمی دینے، اپنے لئے نزدیک ترین غمخوار ڈھونڈنے اور ایک دوسرے کی ڈھارس باندھنے کا ایک وسیلہ ہے کہ جو انسان کی پوری زندگی کے لئے بہت ضروری ہے۔

گھریلو فضا میں خود کو تازہ دم کرنے کي فرصت

ایک گھر میں رہنے والے میاں بیوی جو ایک دوسرے کی زندگی میں شریک اور معاون ہیں، گھر کے پُرفضا ماحول میں ایک دوسرے کی خستگی، تھکاوٹ اور اکتانے والی یکسانیت کو دور کر کے کھوئی ہوئی جسمانی اور ذہنی قوتوں کو بحال اور اپنی ہمت کو تازہ دم کر کے خود کو زندگی کی بقیہ

راہ کو طے کرنے کے لئے آمادہ کر سکتے ہیں۔ آپ جانتے ہیں کہ زندگی ایک میدان جنگ ہے، پوری زندگی عبارت ہے ایک بڑی مدت والی جنگ سے، فطری و طبیعی عوامل سے جنگ، اجتماعی موانع سے جنگ اور انسان کی اپنی اندرونی دنیا سے جنگ کہ جسے جہاد نفس کہا گیا ہے لہٰذا انسان ہر وقت حالت جنگ میں ہے۔ انسان کا بدن بھی ہر وقت جنگ میں ہے اور وہ ہمیشہ مضرّ عوامل سے لڑائی میں مصروف عمل ہے اور جب تک بدن میں اس لڑائی کی قدرت اور قوت مدافعت موجود ہے آپ کا جسم صحیح و سالم ہے۔ ضروری بات یہ ہے کہ انسان میں یہ مبارزہ اور جنگ درست سمت میں اپنی صحیح، منطقی اور اچھی روش و طریقے اور صحیح عوامل کے ساتھ انجام پانی چاہیے۔

زندگی کی اس جنگ میں کبھی استراحت و آرام لازمی ہوتا ہے۔ زندگی ایک سفر اور مسلسل حرکت کا نام ہے اور اس طولانی سفر میں انسان کی استراحت گاہ اس کا گھر ہے۔

مشترکہ زندگي کي قرارداد کا احترام کرنا

گھر بسانا اور گھر آباد کرنا ایک قرارداد اور معاہدہ ہے۔ یہ کوئی ایسا معمولی کام نہیں ہے کہ دو چیزوں کو آپس میں ملا دیں اور انہیں ان کے حال پر چھوڑ دیں، نہیں! یہ ایک ایسا معاہدہ ہے جو سب کے لئے مورد اطمینان ہے اور تمام افراد کے لئے قابل اعتماد عہد و پیمان ہے۔ اس کی بقا اسی صورت میں ممکن ہے کہ معاہدے پر دستخط کرنے والے دونوں افراد، ان کا معاشرہ اور قانون اس کا احترام کرے لیکن اگر اس سے بے اعتنائی برتی جائے تو یہ معاہدہ باقی نہیں رہے گا۔

خانداني نظام زندگي ميں جنسي خواہش کي اہميت

اسلام نے انسان کی جنسی خواہش کو گھرانے کی تشکیل کی بنیاد قرار دیا ہے یعنی اسے ایک اچھے گھرانے کے استحکام کا وسیلہ بنایا ہے۔اسی بات کو اس طرح بھی بیان کیا جا سکتا ہے کہ جب میاں بیوی دونوں پاکدامن،عفیف،دیندار،خدا سے ڈرنے والے اور اسلام کے دستور کے مطابق اپنی شہوت و جنسی خواہشات میں گناہوں سے دوری اختیار کرنے والے ہوں تو اس وقت میاں بیوی کی ایک دوسرے کے لیے ضرورت زیادہ بڑھ جائے گی اور جب وہ ایک دوسرے کی زیادہ ضرورت محسوس کریں گے تو اس خاندان کی بنیادیں کہ جو میاں بیوی ہیں، پہلے سے اور زیادہ مستحکم ہو جائیں گی۔

اسلام یہ چاہتا ہے کہ خاندان کی اس بنیاد و اساس کو ختم نہ ہونے دے۔اسلام کی خواہش ہے کہ انسان اپنے گھرانے سے باہر کہیں اور اپنی جنسی خواہش کی سیرابی کا انتظام نہ کریں کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ اپنے گھر والوں کی نسبت بے اعتنا، لا ابالی اور بے بند و بار ہو جائیں۔اسی لئے اسلام ان انحرافات کا راستہ روکتا ہے۔

دينداري، خاندان کي حقيقي صورت

اپنے گھر کو آباد کرنے اور اس کی حفاظت کے لئے اسلامی احکام کا خیال رکھنا ضروری ہے تا کہ یہ گھر ہمیشہ آباد اور خوشحال رہے۔لہٰذا آپ، دیندار گھرانوں میں کہ جہاں میاں بیوی اسلامی

احکامات کا خیال رکھتے ہیں، دیکھیں گے کہ وہ سالہا سال مل جل کر زندگی بسر کرتے ہیں اور میاں بیوی کی محبت ایک دوسرے کے لئے ہمیشہ باقی رہتی ہے، ہر گزرنے والا دن ان کی چاہت میں اضافہ کرتا ہے، ایک دوسرے سے جدائی اور فراق کا تصور بھی دونوں کے لئے مشکل ہو جاتا ہے اور ان کے دل ایک دوسرے کی محبت سے سرشار ہوتے ہیں۔ یہ ہے وہ محبت و چاہت جو کسی خاندان کو دوام بخشتی ہے اور یہی وجہ ہے کہ اسلام نے ان تمام چیزوں کو اہمیت دی ہے۔

اگر اسلام کے بتائے ہوئے طریقے اور روش پر عمل کیا جائے تو ہمارا خاندانی نظام پہلے سے زیادہ مستحکم ہو جائے گا جس طرح گذشتہ زمانے میں -- طاغوتی دور حکومت میں -- جب لوگوں کا ایمان سالم اور محفوظ تھا اور ہمارے گھرانے اور خاندانی نظام مستحکم و مضبوط تھے، اس ماحول میں میاں بیوی ایک دوسرے سے پیار کرنے والے تھے اور پرسکون ماحول میں اپنی اولاد کی تربیت کرتے تھے اور آج بھی یہی صورتحال ہے۔ وہ گھرانے اور خاندان جو اسلامی احکامات اور آداب کا خیال رکھتے ہیں وہ غالباً دوسروں کی بہ نسبت مضبوط و مستحکم اور بہتر گھرانے ہوتے ہیں اور وہ اپنے بچوں کو پرسکون ماحول فراہم کرتے ہیں۔

گھر کي حفاظت ميں مياں بيوي کا کردار

زندگی کے اس نئے سفر کا آغاز کرنے والے لڑکے اور لڑکی کو چاہیے کہ اپنے اس عہد و پیمان کی حفاظت کریں۔ ان میں سے کسی ایک کی بھی یہ ذمہ داری نہیں ہے کہ اگر ان دونوں میں سے

کوئی ایک بھی کوئی بھی کام انجام دے تو دوسرا اسے برداشت کرے، نہیں۔ بلکہ دونوں کو چاہیے کہ ایک دوسرے کی مدد کریں تا کہ وہ کام انجام پائے۔ ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ اس مشترکہ زندگی میں شوہر کی زیادہ ذمہ داری ہے یا بیوی کے حصے کا کام زیادہ ہے، نہیں! بلکہ اس گھر کی بنیاد اور دو انسانوں کے اس اجتماع کی کہ جس کی تعداد میں بتدریج اضافہ ہوگا، حفاظت کرنا دونوں کی ذمہ داری ہے۔

آپ کو چاہیے کہ گھر کے ماحول کو افسردہ، خراب، حد سے زیادہ جذباتی اور اس کی بنیادوں کو متزلزل کرنے والی تمام چیزوں سے اجتناب کریں۔ میاں بیوی دونوں کو چاہیے کہ اپنے تمام کاموں کی بنیاد مشترکہ جدوجہد، تعاون اور ایک دوسرے کا ساتھ دینا قرار دیں۔ ایک اچھے گھرانے کی تمام خیر و برکت میاں بیوی کے کردار و عمل سے وابستہ ہوتی ہے جو آخر کار انہی کے بچوں کو نصیب ہوگی۔ یہ کوئی ایسی چیز نہیں ہے کہ جس میں کسی ایک کا عمل کافی سمجھا جائے (اور دوسرا ہاتھ پر ہاتھ رکھے بیٹھا رہے یا خاموش رہے)۔ خدانخواستہ اگر گھر کا ماحول ایک دوسرے کی نسبت عدم محبت و عدم اطمینان اور خلوص و فداکاری کے فقدان سے خراب ہوجائے تو گلستانِ حیات میں لگنے والی آگ کا دھواں میاں بیوی دونوں کی آنکھوں میں جائے گا۔

اپنے گھر کی بنیادوں کی حفاظت کی سب سے بڑی ذمہ داری خود میاں بیوی پر عائد ہوتی ہے۔ درگذشت، عفو، باہمی مدد و تعاون، مہربانی اور اپنے اخلاق و محبت سے کہ ان میں سب سے زیادہ موثر محبت کا عنصر ہے، دونوں اس عمارت کو ہمیشہ کے لئے قائم اور شاد و آباد رکھ سکتے ہیں۔

اسلامی معاشرے میں اچھے خاندان کی صفات

اسلامی معاشرے میں میاں بیوی زندگی کے سفر میں ایک ساتھ، ایک دوسرے سے متعلق، ایک دوسرے کی نسبت ذمہ دار، اپنی اولاد کی تربیت اور اپنے گھرانے کی حفاظت کے لئے مسؤل اور جوابدہ تصور کئے جاتے ہیں۔ آپ ملاحظہ کیجئے کہ اسلام میں گھرانے اور خاندان کی اہمیت کتنی زیادہ ہے!

اسلامی ماحول میں خاندان کی بنیادیں اتنی مضبوط و مستحکم ہیں کہ کبھی آپ دیکھتے ہیں کہ ایک ہی گھر میں دو نسلیں زندگی گزار دیتی ہیں اور دادا، باپ اور بیٹا (پوتا) باہم مل کر ایک جگہ زندگی گزارتے ہیں۔ یہ کتنی قیمتی بات ہے۔ نہ ان کے دل ایک دوسرے سے بھرتے ہیں اور نہ یہ ایک دوسرے کی نسبت بدگمان و بدبین ہوتے ہیں بلکہ ایک دوسرے کی مدد کرتے ہیں۔

اسلامی معاشرے میں یعنی دیندار اور مذہبی فضا میں ہم مشاہدہ کرتے ہیں کہ دو آدمی ایک طویل عرصے تک باہم زندگی بسر کرتے ہیں اور ایک دوسرے سے بالکل نہیں اکتاتے بلکہ ایک دوسرے کے لیے ان کی محبت و خلوص زیادہ ہوجاتا ہے اور ایک دوسرے کے لئے ان کی الفت، انس اور چاہت میں وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اضافہ ہوتا رہتا ہے اور یہ سب آثار، دینداری، مذہبی ہونے اور خداوند عالم کے بتائے ہوئے احکام و آدابِ اسلامی کی رعایت کرنے کا ہی نتیجہ ہیں۔

اسلام اور اسلامی ثقافت و تمدّن میں خاندان کو دوام حاصل ہے۔ گھر میں دادا، دادی اور ماں

باپ سبھی تو موجود ہیں جو اپنے پوتے پوتیوں کو اپنے ہاتھوں پر جوان کرتے ہیں۔ یہی لوگ ہیں کہ جو آداب و رسوم کو آنے والی نسلوں تک منتقل کرتے ہیں اور پچھلی نسل اپنی تاریخی اور ثقافتی ورثے آنے والی نسل کے ہاتھوں میں باحفاظت تھماتی ہے۔ ایسے ماحول میں ایک دوسرے سے کٹ کر رہنے، تنہائی اور عُزلت نشینی اختیار کرنے اور مہربانی ومحبت سے عاری سلوک روا رکھنے کے تمام دروازے اس گھر کے تمام افراد کے لئے بند ہیں۔

تیسری بات

مغرب میں عشق کا غروب اور ہمدردی و مہربانی کا فقدان

دریچہ

اپنے پاس موجود چیزوں کی قدر شناسی اور سپاس گزاری کی
حس کی تقویت کے لئے ایک درمیانی راستہ بھی موجود ہے ارووہ ان
لوگوں کو بغور دیکھنا اور مشاہدہ کرنا ہے۔
جوان چیزوں سے یکسر محروم ہیں یا کم بہرہ مند ہیں۔
اپنے پاس موجود اس نعمت عظمٰی کے شکرانے کے لئے کتنا ہی بہتر ہو کہ
ہم ان معاشروں پر نگاہ ڈالیں کہ جنھوں نے خداوند عالم
کی اس بڑی اور عظیم نعمت کو ہرایرے غیرے کی باتیں سننے
اور دل کے فریب کھانے سے گنوا دیا اور آج اس گناہ کبیرہ کے عذاب کا تازیانہ
ان کے مایوس اور افسردہ چہروں پر مارا جارہا ہے۔
جی ہاں ہم ''مغرب'' کی ہی بات کررہے ہیں!
یعنی وہ تاریک سرزمین کہ
جس کے باسیوں کے آسمانِ زندگی سے خورشیدِ عشق کب کا رختِ سفر باندھ چکا ہے

اوران کی ترستی ہوئی آنکھوں میں ''مہربانی ومحبت کے'' ایک ایک قطرے کی

تمنا کو بخوبی مشاہدہ کیا جا سکتا ہے۔

خاندانی نظام کے شیرازے کا بکھرنا دراصل غضب الٰہی کا وہ طوفان ہے کہ

جس نے اس غربت کدے کے باشندوں سے خوش بختی کو چھین لیا ہے۔

ہم ان کے لئے ہمدردی اورانسان دوستی کے جذبات رکھتے ہیں،

کاش ان کے لئے کوئی کام کیا جا سکتا!

لیکن بہت دیر ہوچکی ہے۔اب بہتر یہ ہے کہ ہم اپنی فکر کریں

اور''خاندانی حرمت'' کا پاس نہ رکھنے والوں اوراپنی

بے لگام شیطانی شہوت کے نیزوں سے اپنی

سعادت وخوش بختی کو زخمی اور ٹکڑے ٹکڑے کرنے والوں کے حالات سے عبرت لیں۔

وہ ہم سے حسد کرتے ہیں اور حاسد کے حسد سے ڈرنا

اور خدا کی پناہ طلب کرنی چاہیے۔

''وَمِنۡ شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ''[1]

اور میں حاسد کے شر سے اللہ کی پناہ کا طالب ہوں کہ جب وہ حسد کرے۔

مغرب کے ظاہر پر پڑے ہوئے خوبصورت دبیز پردوں کو ہٹا کر

اِس ''حادثے'' کی حقیقت تک پہنچنا آسان نہیں ہے۔

اہلِ مغرب کا کسی بھی واقعے وحقیقت کو چھپا کر اُسے

مصنوعی زینت و آرائش دینے، خبروں کو سنسر کرنے
اور اپنی تباہ شدہ زندگی کے عوامل و اسباب کو چھپانے کا اُن کا ''ہنر''
زبان زد خاص و عام ہے۔
اس کے لئے نگاہ عمیق اور دید روشن کی ضرورت ہے تا کہ
اِس ''حادثے'' کی حقیقت سے پردہ اٹھائے! اور اس کام کے لیے
ہمارے ہر دلعزیز رہبر سے زیادہ موزوں اور کون ہے؟!

----

۱ سورہ فلق ہ

اپنے تشخص سے بے خبر نسل

آج کل مغربی ممالک میں جس چیز کا مشاہدہ کیا جا رہا ہے وہ اپنے تشخص سے بے خبر نسل کی حیرانی و سرگردانی سے عبارت ہے کہ جہاں ایک ہی شہر میں رہنے والے ماں باپ سالہا سال اپنی اولاد سے بے خبر ہیں تو دوسرے شہروں کی بات چھوڑ دیجئے! ایسا ماحول کہ جہاں خاندانوں کا شیرازہ بکھرا ہوا ہے اور لوگ تنہا ہیں (یہ ہیں اس معاشرے کی خصوصیات)۔
یورپی اور امریکی ممالک میں بے شوہر عورتوں اور بغیر بیوی والے مرد حضرات کے اعداد و شمار بہت زیادہ ہیں کہ جس کا نتیجہ والدین کی شفقت سے محروم، آوارہ اور جرائم کا پیش خیمہ بننے والے بچوں کی صورت میں نکلتا ہے اور وہاں جرم و گناہ کی فضا حاکم ہے۔ یہ خبریں جو آپ

سنتے ہیں کہ کسی اسکول، روڈ یا ریل گاڑی میں ایک لڑکا سامنے آکر اچانک لوگوں کو قتل کرنا شروع کر دیتا ہے اور کئی لوگوں کو موت کے گھاٹ اتار دیتا ہے، ایسے ایک یا دو واقعات نہیں ہیں۔ دوسری جانب جرائم انجام دینے والے افراد کے سن و سال کا گراف بھی نیچے آ رہا ہے۔ پہلے بیس سالہ نوجوان جرائم میں ملوث تھے لیکن اب سولہ سترہ سال کے لڑکے انہی جرائم کا ارتکاب کر رہے ہیں۔ بلکہ اب تو امریکہ میں تیرہ چودہ سالہ بچے بھی یہ کام انجام دے رہے ہیں اور بہت آسانی سے لوگوں کو موت کے گھاٹ اتار دیتے ہیں۔ ایک معاشرہ جب اس منزل پر پہنچ جائے تو گویا اس معاشرے کا شیرازہ بالکل بکھر گیا ہے اور اس بکھرے ہوئے معاشرے کو دوبارہ جمع کرنا تقریباً غیر ممکن ہے۔

مغرب کا گناہ کبیرہ

دنیائے مغرب کی سب سے بڑی مشکل خاندانی مسائل اور گھریلو نظام زندگی سے بے توجہی برتنا ہے۔ اہل مغرب اپنے خاندانی نظام زندگی کی حفاظت میں ناکام ہو گئے ہیں۔ مغرب میں خاندان یا گھریلو نظام زندگی، اجنبیت، بے اعتنائی اور تحقیر و اہانت کا شکار ہے۔ اہل مغرب کی یہی مشکل ان کی تہذیب و تمدن کو دیمک کی مانند آہستہ آہستہ چاٹ کر کھوکھلا کر رہی ہے اور صنعتی اور علمی پیش رفت کے باوجود مغرب ہلاکت و نابودی کی طرف گامزن ہے۔

عالم بشریت کے لئے مغربی تمدن کا سب سے بڑا گناہ یہ ہے کہ اس نے شادی اور خاندان کی تشکیل کو لوگوں کی نگاہوں میں سبک اور ہلکا اور ایک لباس بدلنے کی مانند کر دیا ہے۔ یہ ہے

ان کے یہاں میاں بیوی کی زندگی کا تصور۔

وہ ممالک کہ جن میں خاندانی نظام زندگی ضائع اور برباد ہورہا ہے حقیقت میں اُن کی تہذیب وثقافت کی بنیادیں لرز رہی ہیں اور آخرکار یہ تباہ و برباد ہوجائیں گی۔

نہ اُنس و محبت، نہ شوہر اور نہ

دنیائے مغرب میں باوجودیکہ بہت سی حکومتیں علم وثروت اور مضبوط سیاست کے لحاظ سے غنی ہیں لیکن خاندانی نظام زندگی میں وہاں کے باشندوں کی زندگی بہت افسوسناک ہے۔ ہمارے یہ خاندانی اجتماعات اور تقریبات کہ جہاں خاندان کے بڑے چھوٹے سب ایک جگہ جمع ہوتے ہیں، ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں، مہربانی، ہمدردی اور محبت نے انہیں تسبیح کے دانوں کی مانند ایک جگہ جمع کیا ہوا ہے، یہ ایک دوسرے سے مکمل تعاون کرتے ہیں، ایک دوسرے کی احوال پرسی کرتے اور دوسروں کو اپنی ذات کا حصہ سمجھتے ہیں، اخوت و بھائی چارگی کے ساتھ رہتے ہیں اور باہم شیر وشکر ہوجاتے ہیں۔ یہ چیزیں ہمارے معاشرے میں بہت عام نوعیت کی ہیں اور رائج ہیں۔ لیکن مغرب میں ان چیزوں کا دور دور تک کوئی نام و نشان نہیں ہے۔ کتنی ہی خواتین تنہا زندگی بسر کرتی ہیں۔ اکیلی رہنے والی عورت اپنے خاندان سے دور ایک اپارٹمنٹ میں زندگی بسر کرتی ہے، صبح کام کے لئے نکلتی ہے تو جب بھی تنہا ہوتی ہے اور جب رات کو تھکی ہاری گھر لوٹتی ہے تو کوئی نہیں ہوتا کہ جو دن بھر کے اس کے خستہ بدن کی تھکاوٹ اور روح کے بوجھل پن کو دور کرنے کے لئے اس کا استقبال کرے صرف گھر کی

تنہائی ہی اس کا استقبال کرتی ہے۔ نہ انس ومحبت، نہ کوئی شوہر، نہ کوئی بچہ، نہ کوئی پوتا یا نواسا اور نہ کوئی اور جو گرم جوشی سے اسے گھر میں خوش آمدید کہے۔ اس معاشرے میں لوگ اجتماع میں بھی رہتے ہوئے تنہا ہیں۔ ایسا کیوں ہے؟ اس لئے کہ وہاں کے معاشرے میں خاندانی نظام زندگی فراموش کر دیا گیا ہے۔

بہت افسوسناک بات ہے کہ آج مغرب میں خاندانی نظام زندگی آہستہ آہستہ رُو بہ زوال ہے اور اس کے آثار میں اپنی ثقافت اور تہذیب وتمدن سے لاعملی، اپنے تمدنی تشخص سے بے خبری اور گناہ و جرائم قابل ذکر ہیں کہ جن میں وہاں کے عوام گرفتار ہیں۔ روز بروز ان میں اضافہ ہوتا جا رہا ہے اور ان کی بچی ہوئی جمع پونجی بتدریج ختم ہو رہی ہے۔

جنسي آزادي اور خانداني نظام کي تباہي

مغرب میں خصوصاً امریکہ اور شمالی یورپ کے بعض ممالک میں یہ بات مشہور ہے کہ خاندانی نظام کی بنیادیں بہت کمزور ہیں، کیوں؟ اس کا سبب یہ ہے کہ وہاں جنسی آزادی اور جنسی بے راہ روی بہت زیادہ ہے۔ جب کسی معاشرے پر بے غیرتی اور بے عفتی اپنے سیاہ پروں کو پھیلا دے تو اس کا مطلب ہے کہ میاں بیوی (مرد وعورت) اپنی اس جنسی ضرورت وخواہش کو گھر کے علاوہ کہیں اور سے پورا کریں گے۔ ایسے ماحول میں ''خاندان'' ایک بے معنیٰ لفظ، معاشرے پر ٹھونسی ہوئی چیز اور ایک ڈیکوریشن پیس (نمائشی چیز) ہے لہٰذا ایسے ماحول میں وہ لوگ مہربانی، ہمدردی اور ایک دوسرے کے لئے غمخواری کے جذبات کے لحاظ سے ایک

دوسرے سے جدا ہو جاتے ہیں۔ اگرچہ کہ ظاہری طور پر ان میں کسی قسم کی جدائی نہیں ہوتی لیکن حقیقتاً ان میں پیار و محبت کے تمام رشتے ختم ہو جاتے ہیں۔

اگر انسان آزاد ہوتے کہ جس طرح چاہیں اپنی جنسی خواہش کو پورا کریں تو گویا گھرانہ ہی تشکیل نہیں پاتا یا وہ کوئی ایک بیکار، پوچ و تُہی، حملوں کی آماجگاہ اور جلد ویران ہونے والی کوئی چیز ہوتی کہ جسے ہر ہوا کا جھونکا لرزا دیتا۔ لہٰذا آپ دنیا میں جہاں بھی جنسی آزادی کے نمونے دیکھیں گے تو وہاں کے خاندانی نظام اور گھرانوں کو اسی نسبت سے ضعیف و کمزور پائیں گے۔ کیونکہ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس ماحول میں مرد و عورت کو اپنی جنسی خواہش کی سیرابی کے لئے کسی ایسے ''مرکز'' کی ضرورت نہیں ہے۔ لیکن جہاں دینی حکومت ہے اور جنسی آزادی اور بے راہ روی نہیں ہے وہاں تمام چیزیں مرد و عورت کے لئے ہیں اور اس دینی ماحول میں خاندانی نظام زندگی کی حفاظت کی جاتی ہے۔

مصنوعي عشق

علم و تمدن کے لحاظ سے زیادہ ترقی یافتہ بعض ممالک میں رہنے والے لوگوں پر زندگی اس طرح مسلط ہے کہ ایک ہی گھر میں رہنے والے افراد آپس میں بہت کم میل ملاپ رکھتے ہیں۔ باپ ایک جگہ ملازم، ماں دوسری جگہ کام میں مشغول، نہ ایک دوسرے سے ملاقات کر پاتے ہیں اور نہ ایک دوسرے کے لئے غذا تیار کرتے ہیں۔ ایک چھت کے نیچے رہنے والے میاں بیوی نہ آپس میں محبت و چاہت سے پیش آتے ہیں اور نہ ایک دوسرے کی

غمخواری کرتے ہیں، نہ ایک دوسرے کی دل جوئی کرتے اور ڈھارس باندھتے ہیں اور نہ ہی آپس میں ان کو واقعی کوئی کام ہوتا ہے۔ ایسے ماحول میں یہ اپنے بچوں کے ماہرین نفسیات کی تجویز پر عمل کرنے کے لئے آپس میں طے کرتے ہیں کہ فلاں معین وقت پر گھر آئیں اور آپس میں مل بیٹھیں۔ صرف اور صرف اس لئے کہ ایک چھوٹی سی محفل سجائیں کہ جو صحیح و سالم گھرانوں میں خود بخود اپنے وجود سے زندگی کو شیریں بناتی ہے۔ لیکن یہ لوگ بناوٹی اور مصنوعی طور پر ایسی محفل سجاتے ہیں۔ اس وقت مرد یا عورت مسلسل اپنی گھڑی کی طرف دیکھتی رہتی ہے کہ یہ گھنٹہ کب ختم ہوگا؟ کیونکہ مثلاً اسے دو بجے کہیں اور پہنچنا ہے۔ نہ اس طرح کوئی گھریلو محفل سجائی جا سکتی ہے اور نہ ہی ایسی محفل و گھر میں بچے انس و محبت کا احساس کر پاتے ہیں۔

ایسے خاندان، پیار و محبت کی گرمی سے محروم ہیں یا یوں کہا جائے تو زیادہ بہتر ہوگا کہ (وہ مادی آسائش کے لحاظ سے تو ایک بہترین گھر ہے لیکن اس گھر میں) خاندانی نظام یا گھرانہ وہاں موجود ہی نہیں ہے۔ صحیح ہے کہ یہ میاں بیوی ایک ہی چھت کے نیچے زندگی بسر کرتے ہیں لیکن درحقیقت ان کے دل ایک دوسرے سے جدا ہیں۔ نہ گھر کے افراد کا ساتھ اٹھنا بیٹھنا، نہ گھر کی فضا میں وہ محبت کی ٹھنڈک اور نہ ایک دوسرے کی نسبت انس و الفت، کچھ بھی تو نہیں ہے اور جہاں میاں خود کو بیوی کی ضرورتوں کو پورا کرنے والا اور بیوی خود کو شوہر کی شریکہ حیات اور ہمدرد و مونس سمجھے، ان چیزوں کا تو سرے سے ہی وجود نہیں ہے۔ ان کی زندگی گویا ایسی ہے کہ جیسے دو اجنبی شخص ایک قرارداد کے مطابق صرف ایک چھت کے نیچے زندگی گزارتے ہوں

اورتواوراس کا نام بھی عشق رکھ دیا جاتا ہے!

مغربي تمدن کے مطابق شادي کے برے نتائج

مغربی معاشروں میں نوجوان اپنی نوجوانی کے پرنشاط زمانے کوبغیر کسی قیدوشرط کے گزارتے ہیں، اپنے جلد بھڑکنے والے احساسات کے پیچھے دوڑتے اوراپنی فطری و جبلّی خواہشات کو آزادانہ طور پر پورا کرتے ہیں لیکن جب وہ گھر تشکیل دینے اور رشتہ ازدواج میں منسلک ہونے کے سن وسال کو پہنچتے ہیں تو ان کی ان فطری و جبلّی خواہشات اورطبیعی میل کا بہت زیادہ حصہ (جوجوانی کی آزادفضا میں خواہشات کی تکمیل کے ذریعے اپنے حصے کا کام کرکے) ٹھنڈا ہو چکا ہوتا ہے۔ وہ شوق،محبت اورعشق والفت جومیاں بیوی کی روح میں ایک دوسرے کے لئے موجود ہونا چاہیے،ان میں نہیں ہوتا یا کم ہوتا ہے۔

بہت سے افراداپنی شادی کے زمانے کواپنی درمیانی عمر میں گزارتے ہیں کہ جومغرب اوران کی تہذیب وتمدن میں ایک معمول ہے۔ان کا یہ اقدام بھی ان کے اکثر فرضیوں اورفیصلوں کی مانند غلط، انسانی مصلحت وفطرت کے خلاف ہے اوراس چیز سے جنم لیتا ہے کہ یہ لوگ شہوت پرستی،خواہشات نفس کی پیروی اور بے بندو باری کی طرف مائل ہیں۔ یہ لوگ چاہتے ہیں کہ اپنی جوانی کوخودان کی اپنی اصطلاح کے مطابق ہنسی خوشی گزاریں، اپنی خواہشات کو جس طرح چاہیں سیراب کریں،خوب رنگ رنگیلیاں اورمزے کریں اور جب ٹھنڈے اور تھک کر چورہو جائیں اور (خدا کی طرف سے دی گئی) ان کی خواہشات کی (قدرتی) آتش

خاموش ہو جائے تو اس وقت گھر بسانے کی فکر کریں۔ ملاحظہ کیجئے کہ یہ ہے مغرب میں خاندانی نظام زندگی۔ بہت زیادہ طلاقیں، ناکام شادیاں، بے وفا مرد و عورت، جنسی آزادی کے نتیجے میں ہونے والی بے شمار خامیاں، برے نتائج اور غیرت و مروّت کی کمی یہ سب مظاہر مغربی معاشرے میں زندگی کی عکاسی کرتے ہیں۔

مغرب، سقوط کے دہانے پر!

اگر آپ آج مغرب کے بعض معاشروں پر نگاہ ڈالیں خصوصاً وہ معاشرے جو ٹیکنالوجی میں پیشرفت اور صنعتی ترقی کے پھیلے ہوئے رابطوں کے جال میں پھنسے ہوئے ہیں تو آپ دیکھیں گے کہ وہاں کی آلودگی میں روز بروز اضافہ ہوتا جارہا ہے۔ بداخلاقی اور گناہ و جرائم کی آلودگی اگر کسی معاشرے کے صاف آسمان کو مکدّر اور دھندلا بنادے تو وہ ان کی صاف و شفاف فضا کو آلودہ بنا کر تازہ ہوا میں سانس لینے اور صحت مند زندگی گزارنے کا حق ان سے چھین کر اور انہیں ہلاک و نابود کردے گی۔ یہ بداخلاقی اور گناہ و جرائم کی آلودگی زلزلے یا سیلاب کی مانند ایک دم آنے والی بلائیں نہیں ہیں بلکہ یہ تدریجی آفات ہیں اور یہ سب ناقابل علاج ہیں۔ یہ وہ بلائیں ہیں کہ جب کسی معاشرے پر نازل ہوتی ہیں تو لوگ انہیں ایک دم سمجھنے سے قاصر ہوتے ہیں، یہ آفات وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ سمجھ میں آتی ہیں۔ جب بیماری پوری طرح روح کی گہرائیوں میں اپنا وار کر چکی ہوتی ہے اور اس کا زہر پوری روح کو زہریلا بنا چکا ہوتا ہے تو یہ اس وقت سمجھ آتی ہے۔ لیکن اس وقت سمجھنے سے کیا فائدہ کہ جب چڑیاں کھیت چگ

جائیں۔ ایسے وقت میں نہ کوئی تدبیر کام آتی ہے اور نہ کوئی علاج موثر ہوتا ہے! آج مغربی معاشرے اسی سمت بہت تیزی سے حرکت کر رہے ہیں یعنی وہ سقوط اور نابودی کے دھانے پر کھڑے ہیں۔ ان سب کی وجہ یہ ہے کہ اس معاشرے کے لڑکے لڑکیاں مناسب سن وسال میں کامیاب اور مستحکم و پائیدار شادیوں کے لئے اقدامات نہیں کرتے۔ اس کے علاوہ وہاں کے خاندانوں اور گھرانوں کی فضا محبت سے سرشار نہیں ہے۔

آج مغرب میں ''گھرانے'' کی بنیادیں کمزور ہو چکی ہیں، گھروں کو دیر سے بسایا جاتا ہے اور وہ جلد ٹوٹ جاتے ہیں۔ برائیاں، گناہ اور جرائم میں روز بروز اضافہ ہوتا جا رہا ہے۔ اگر یہ آفات پورے معاشرے کو اپنی لپیٹ میں لے لیں تو وہ معاشرہ بڑی بڑی بلاوں کا شکار ہو جائے گا۔ البتہ اس بات کی طرف بھی توجہ ضروری ہے کہ یہ بیماریاں اور آفتیں ایسی نہیں ہیں کہ پانچ یا دس سال میں ظاہر ہو جائیں لیکن کئی سالوں کے گزرنے کے بعد جب ان کے اثرات ظاہر ہوں گے تو اس معاشرے کو مکمل طور پر ہلاک اور اس کی تمام علمی، فکری اور مادی دولت وثروت کو نابود کر دیں گے۔ یہ ہے بہت سے مغربی ممالک کا مستقبل!

دربہ در، کوچہ بہ کوچہ، سکون کی تلاش

آج آپ امریکہ اور یورپی دنیا کو دیکھئے کہ یہ لوگ کتنے اضطراب اور پریشانی میں ہیں، کتنی ناآرام زندگی گزار رہے ہیں، سکون وآرام کے لئے کتنے سرگرداں اور حیران ہیں اور ان کے معاشرے میں مصنوعی سکون دینے والی گولیوں اور خواب آور دواوں کا استعمال کتنا زیادہ ہے

!نوجوانوں کو دیکھئے کہ وہ کتنے غیر معقول کام انجام دیتے ہیں، بڑے بڑے بے ترتیب بال، تنگ اور بدن سے چپکے ہوئے لباس، یہ سب اس لئے ہے کہ وہ اپنے معاشرے کی موجودہ حالت سے ناراض ہیں اور اپنے غصے کا اظہار کرتے ہیں۔ ان کی خواہش ہے کہ وہ آرام و سکون کو حاصل کریں، لیکن اسی حسرت میں ناکام مرجاتے ہیں ۱۔ بوڑھے مرد اور بزرگ خواتین اپنے لئے بنے ہوئے خاص مراکز میں دم توڑ دیتے ہیں، نہ ان کے بچے ان کے پاس ہیں اور نہ ان کی بیویوں کو ان کی کوئی خبر ہوتی ہے۔ میاں بیوی ایک دوسرے سے دور ہیں۔ مغرب میں ایسے بچوں کی تعداد بہت زیادہ ہے کہ جو یہ نہیں جانتے کہ ان کے والدین کون ہیں؟ وہاں ایسے مرد و خواتین کی تعداد بھی بہت زیادہ ہے کہ جو اسماً اور ظاہراً میاں بیوی تو ہیں لیکن کئی سالوں سے ایک دوسرے سے بے خبر ہیں۔ بہت کم خواتین ملیں گی جو آسودہ خیال ہوں کہ زندگی کے آخری لمحات یا بڑھاپے تک وہ اپنے شوہر کے ساتھ باہم زندگی گزاریں گی یا ان کے مرد کا سایہ ان کے سروں پر موجود رہے گا۔ اسی طرح ایسے مردوں کی تعداد بھی بہت کم ہے کہ جو آسودہ خاطر ہوں کہ ان کی بیویاں کہ جن سے وہ محبت کرتے ہیں، کل ان کو چھوڑ کر کسی اور کی تلاش میں نہیں جائیں گی!

کانوں پر جوں تک نہیں رینگتی!

خود امریکہ کے اندر لوگوں حتیٰ بچوں میں بھی مختلف قسم کی اخلاقی اور جنسی برائیوں اور جرائم وغیرہ کے بڑھنے کی شرح بہت زیادہ ہے۔ مغرب کے مطبوعات اور دانشمند حضرات فریاد بلند

کررہے ہیں، مقالے تحریر کررہے ہیں، گفتگو کا سلسلہ جاری ہے اور (لوگوں اور حکومت کو) خبردار کیا جارہا ہے۔ لیکن کسی کے کان پر جوں تک نہیں رینگتی، گویا ان تمام مسائل کا کوئی علاج نہیں ہے! جب صورتحال یہ ہو کہ بنیاد ہی خراب کردی جائے اور اسی حالت میں تیس، چالیس یا پچاس سال گزر جائیں تو لوگوں کو خبردار کرنے، ایسی صورتحال کے خلاف فریاد بلند کرنے اور کسی سیاسی تدبیر سے یہ مشکلات حل نہیں ہوں گی۔

مغربی معاشرے میں خوش بختی رختِ سفر باندھ چکی ہے۔ یہ کوئی (بے وزن) بات نہیں ہے کہ جو میں بیان کررہا ہوں بلکہ یہ وہ حقائق ہیں کہ جو آج خود ان کے مفکرین، دانشمند، سینے میں دل رکھنے والے، صاحبان فہم و فراست نہ کہ (اقتدار کے طالب) سیاستدان، اور معاشرے کے اندر زندگی بسر کرنے والے (اور ان حقائق کا بغور مشاہدہ کرنے والے) افراد بیان کررہے ہیں اور آج ان کی فریاد بلند ہورہی ہے۔ آخر کیوں؟ اس لئے کہ اس معاشرے میں سعادت مند زندگی گزارنے کے کوئی وسائل موجود نہیں ہے۔ خوش بختی اور سعادت عبارت ہے آرام و سکون، سعادت اور امن و امان کے احساس سے (جو دور دور تک وہاں نہیں پائی جاتی)۔

۱ان میں سے اکثر نوجوانوں کو یہ خود نہیں معلوم کہ وہ ایسے بہت سے کام کیوں اور کس لئے انجام دیتے ہیں؟ ان کی زندگی کا مقصد انہیں یہی بتایا جاتا ہے کہ اچھا کھانا، پہننا، سونا اور عیش، سارے ہفتے کام اور ویک اینڈ پر عیاشی اور ذہنی تفریح۔ یہ ہیں ان کے بے مقصد دن اور بے ہدف اور سکون سے خالی راتیں! (مترجم)

جو افراد بھی بین الاقوامی صورتحال اور افکارِ عالم سے واقف ہیں وہ جانتے ہیں کہ تمام ممالک خصوصاً امریکہ سے البتہ یورپی ممالک بھی اس میں شامل ہیں، خیر خواہ مصلح اور فہم و ادراک رکھنے والے افراد کی فریاد بلند ہوگئی ہے کہ آ مل کر کوئی چارہ جوئی کرتے ہیں۔ البتہ اتنی آسانی سے وہ کوئی فکر و تدبیر اور چارہ جوئی نہیں کر سکتے اور اگر فکر کرنے میں انہیں کامیابی حاصل ہو بھی جائے تو بھی وہ اتنی آسانی سے علاج میں کامیاب نہیں ہو سکتے ہیں۔

غلط اہداف اور شیطانی راہ

وہ لوگ جو کسی ملک یا معاشرے میں نفوذ کرنا چاہتے ہیں تو وہ افراد اس معاشرے کی ثقافت اور تمدن کو اپنے قبضے میں لے کر اپنی تہذیب و تمدن اور ثقافت کو اس معاشرے پر تھونپ دیتے ہیں۔ ان کے من جملہ کاموں میں سے ایک کام گھرانے کی بنیادوں کو متزلزل کرنا ہے جیسا کہ بہت سے ممالک میں انہوں نے یہ کام انجام دیا ہے۔ انہوں نے معاشرے میں اس طرح نفوذ کیا ہے کہ مرد اپنی ذمہ داریوں کی نسبت غیر ذمہ دار اور خواتین بد اخلاق ہوگئی ہیں۔ کسی بھی معاشرے میں تہذیب و تمدن کی اساس اور بنیادی عناصر کی حفاظت اور آنے والی نسلوں تک ان کی منتقلی بہترین اور اچھے گھرانوں یا خاندانوں کے وجود سے انجام پاتی ہیں۔ اگر ایسے گھر یا خاندان کا وجود نہ ہو تو تمام چیزیں تباہ ہو جائیں گی۔ یہ جو آپ مشاہدہ کر رہے ہیں کہ اہل مغرب کی پوری کوشش ہے کہ مشرق وسطیٰ اور ایشیائی اسلامی اور دیگر ممالک میں شہوت پرستی اور برائیوں کو رواج دیں تو اس کی کیا وجہ ہے؟ اس کے جملہ اسباب میں سے ایک سبب یہ

ہے کہ ان کی خواہش ہے کہ اپنے اس کام سے وہاں کے خاندانی نظام زندگی کو تباہ و برباد کردیں تاکہ ان معاشروں کی تہذیب وتمدن اور کلچر کی بنیادیں کمزور ہوجائیں اور انہیں ان اقوام پر سوار ہونے کا پورا پورا موقع مل جائے۔ کیونکہ جب تک کسی قوم کی تہذیب وتمدن اور ثقافت کی بنیادیں کمزور نہ ہوں تو کوئی بھی اس پر قبضہ نہیں کرسکتا اور نہ ہی اس کے منہ میں لگام دے کر اسے اپنی مرضی کے مطابق چلاسکتا ہے۔ وہ چیز جو اقوامِ عالم کو لاحق خطرات کے مقابل میں بے دفاع اور اغیار کے ہاتھوں میں انہیں اسیر بناتی ہے وہ اُن کا اپنے قومی تشخص، تاریخی اور ثقافتی ورثے سے بے خبر ہونا ہے۔ اس کام کے ذریعے سے کسی بھی معاشرے میں خاندانی نظام زندگی کی بنیادوں کو باآسانی کمزور بنایا جاسکتا ہے۔ اسلام، خاندان اور ان کی بنیادوں کی حفاظت کرنا چاہتا ہے۔ اسی لئے اسلام میں ان بلند ترین اہداف تک پہنچنے کے لئے اہم ترین کاموں میں سے ایک کام خاندان و گھرانے کی تشکیل اور اس کی حفاظت کرنا ہے۔

خاندان کے بارے میں صرف ایک جملہ!

میں نے اقوام متحدہ کے (جنرل اسمبلی کے) اجلاس میں تقریباً ایک گھنٹے سے زیادہ گفتگو کی اور ساتھ ہی خاندان اور خاندانی نظام زندگی کے بارے میں بھی روشنی ڈالی۔ بعد میں مجھے اطلاع دی گئی کہ امریکی ٹی وی چینلوں نے ہماری (یعنی مسلمانوں خصوصاً ایرانیوں کی) گفتگو کو سنسر اور انہیں مسخ کرنے میں اپنی تمام تر سنجیدگی کے باوجود میری گفتگو کو معتبر اور مستند قرار دیتے ہوئے کئی بار اسے نشر کیا اور ساتھ تجزیہ اور تحلیل بھی پیش کیا اور وہ بھی خاندانی نظام زندگی

کے بارے میں صرف ایک جملے کی وجہ سے۔ کیونکہ خاندانی مسائل اور گھر و گھرانے سے متعلق گفتگو اہل مغرب کے لئے آج ایک پیغام ہے بالکل ایک ٹھنڈے اور گوارا پانی کی مانند کہ جس کی کمی کا وہ خود بھی احساس کر رہے ہیں۔

مغرب میں کتنی ہی ایسی خواتین ہیں کہ جو آخر عمر تک تنہا زندگی گزارتی ہیں اور کتنے ہی ایسے مرد ہیں کہ جو زندگی کی آخری سانسوں تک گھرانے کی چھاوں سے محروم رہتے ہیں اور اپنی شریکہ حیات کے عدم وجود کی تاریکی میں ہی زندگی کو خدا حافظ کہہ دیتے ہیں۔ ان کی زندگی غریب، اجنبی اور انس و الفت کی ٹھنڈی چھاوں سے محروم ہے۔ کتنے ہی ایسے نوجوان ہیں کہ جو ''گھرانے'' کی پُر محبت فضا سے محروم ہونے کی وجہ سے آوارہ ہیں یا ان کے معاشرے میں خاندانی نظام زندگی کا کوئی وجود نہیں ہے یا اگر ہے تو وہ نہ ہونے کے برابر ہے۔

چوتھی بات

ایک دوسرے کی نسبت میاں بیوی کے حقوق

دریچہ

نکاح کے بول پڑھنے اور رشتہ ازدواج کے عہد و پیمان کو قبول کرنے

سے کل کے لڑکے لڑکی آج کے میاں بیوی اور ایک دوسرے کے شریک حیات بن جاتے

ہیں۔

یوں گھروں میں ایک گھر

اور معاشرے میں ایک نئی ''اکائی'' کا اضافہ ہوتا ہے۔

اگر چہ کہ حکیم و دانا خالق کی نگاہ میں مرد و عورت، دو انسانی گوہر،

دو ایک جیسی آسمانی روح اور ایک دوسرے کے مثل و نظیر ہیں۔

جب کہ انسانی حقیقت کے لحاظ سے ایک دوسرے کی نسبت ہر ایک کی ذمے داری برابر

ہے۔

لیکن حکمتِ خدا نے ان آسمانی گوہروں کو ایک دوسرے سے مختلف

اور ممتاز پیکروں، البتہ ایک دوسرے کے ضرورت مند

ہونے کے احساس کے ساتھ دو زمینی گوہروں میں سمایا ہے۔

یہ ''رشتہ ازدواج'' وہی عظیم قانون، ہر لحاظ سے مکمل اور جامع سنت،
بہترین رسم زندگی اور وہ خوبصورتی وزیبائی ہے کہ جو اس جہان پر حاکم ہے۔
اِسی طرح ''زوجیت'' کا یہ مقدس رشتہ اِس عالم ہستی کے معمار
کے جمال کی پُرعظمت نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے۔
''شادی'' یعنی ''گھرانے یا خاندان'' کی ذمہ داری لینے کے لئے زندگی کے دوستونوں کا
ملاپ
اور زندگی کے ترازو کے توازن کے لئے زندگی کے
ان دو پلڑوں کی نزدیکی۔
اس نئی اکائی --گھرانے --کی تشکیل کے لئے میاں بیوی میں سے ہر
ایک کے مکمل کردار کی شناخت میں
ان کے جسم وجان اور روح کی صفات وتخلیق، حکمتِ الٰہی
اور اس جہان مادّی کے طبیعی وفطری فرق بنیادی کردار ادا کرتے ہیں۔
سچ سچ بتایئے کہ گھر بسانے میں میاں بیوی کا کیا کردار ہے؟
کس کی ذمے داری دوسرے سے زیادہ اہم ہے؟ کیا
ان دونوں میں سے کسی ایک کی جگہ کو دوسرے سے تبدیل کیا جاسکتا ہے؟
ایک دوسرے کی نسبت ان کے آپس میں کیا حقوق ہیں؟
زندگی کی نعمتوں اور اس کے مقابل

ان کے حقوق میں ہر ایک کا حصہ کس نسبت سے ہے؟

اور بالآخر گھر میں بیوی کی حکومت یا جورو کے غلام کی فضا بہتر ہے

یا گھر پر شوہر کے تسلط و برتری اور نوکر بیوی کا ماحول،

یا دونوں میں سے کوئی بھی نہیں؟

یہ وہ سوالات ہیں کہ جن کے ماہرانہ اور استادانہ جواب کے علاوہ

کوئی اور چیز نو جوان دولہا دولہن کے پریشان ذہنوں کو مطمئن نہیں کر سکتی۔

زندگی کے اس نئے راستے پر قدم رکھنے پر

ان دو ہمسفروں کی چشم امید

''استاذ'' کے راہ گشا کلمات سے کھلنے والے نئے افق

اور دریچوں پر لگی ہوئی ہے

کہ جو راستے سے بھی واقف و آگاہ

اور محرمِ دل بھی!

ایک دوسرے کے مددگار اور دوستوں کی مانند

ہم نے مشاہدہ کیا ہے کہ کبھی کبھی مرد، بیوی کو دوسرے نمبر کا درجہ دیتا ہے! لیکن درحقیقت دوسرے درجے کے انسان کا کوئی تصور موجود نہیں ہے۔دونوں ایک دوسرے کے مثل ونظیر اور امور زندگی میں برابر حقوق کے مالک ہیں۔مگر وہ مقامات کہ جہاں خداوند متعال نے

انسانی مصلحت کی بنا پر مرد و عورت میں فرق رکھا ہے اور یہ فرق مرد کا نفع یا عورت کا نقصان نہیں ہے۔ لہٰذا میاں بیوی کو چاہیے کہ گھر میں دو شریک اور ایک دوسرے کے مددگار اور دوستوں کی مانند زندگی گزاریں۔

مرد گھر کا نگران و کفیل ہے اور عورت پھول

اسلام نے مرد کو ''قوّام'' ١ (گھر کا نگران اور کفیل) اور عورت کو ''ریحان'' ٢ (پھول) قرار دیا ہے۔ نہ یہ مرد کی شان میں گستاخی ہے اور نہ عورت سے بے ادبی، نہ یہ مرد کے حقوق کو کم کرنا ہے اور نہ عورت کے حقوق کی پائمالی ہے بلکہ یہ ان کی فطرت و طبیعت کو صحیح زاویے سے دیکھنا ہے۔ امور زندگی کے ترازو میں یہ دونوں پلڑے برابر ہیں۔ یعنی جب ایک پلڑے میں (عورت کی شکل میں) صنف نازک، لطیف و زیبا احساس اور زندگی کے ماحول میں آرام و سکون اور معنوی زینت و آرائش کے عامل کو رکھتے ہیں اور دوسرے پلڑے میں گھر کے مدیر، محنت و مشقت کرنے والے بازوں اور بیوی کی تکیہ گاہ اور قابل اعتماد ہستی کو (شوہر کی شکل میں) رکھتے ہیں تو یہ دونوں پلڑے برابر ہو جاتے ہیں۔ نہ یہ اُس سے اونچا ہوتا ہے اور نہ وہ اس سے نیچے۔

مشترکه زندگي ميں مرد و عورت کے کردار کي تبديلي خطرناک ہے!

بہت سے غلط طور طریقے اور رسوم و آداب کو جو خواتین سے مخصوص نہیں ہیں بلکہ مرد بھی کبھی کبھی انہی کو اپناتے ہیں، ہم سے یہ کہتے ہیں کہ جناب آیئے اور زندگی کے اس ترازو کی چیزوں (میاں اور بیوی کے کردار) کو ایک دوسرے سے تبدیل کر دیتے ہیں۔ اگر ہم یہ کام انجام دیں تو کیا ہوگا؟ آپ کا یہ عمل خطائے محض اور گلستان حیات کی زیبائی اور خوبصورتی کو خراب کرنے کے علاوہ کچھ اور نہیں ہوگا۔ آپ، میاں بیوی کے اپنے اپنے مقام پر رہنے سے حاصل ہونے والے فوائد کا راستہ روک کر گھر کے تصوراتی ماحول سے بے اعتنائی برت رہے ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ آپ، میاں بیوی کو ایک دوسرے کی نسبت شک و تردید اور دودلی میں مبتلا کر رہے ہیں اور یوں آپ اس محبت اور عشق کو جو اس مشترکہ زندگی کا اصل سرمایہ ہے، کھو بیٹھیں گے۔

١ سورہ نسا آیت ٣٤۔

الرِّجَالُ قَوَّامُونَ عَلَى النِّسَآءِ۔ "

مرد عورتوں کے حاکم و نگراں ہیں"۔ ترجمہ: علامہ ذیشان حیدر جوادی ٢

٢ امیر المومنینؑ کی مشہور حدیث کی طرف اشارہ ہے۔

اَلْمَرْاَۃُ رَیْحَانَۃٌ وَلَیْسَتْ بِقَھْرِ مَانَۃٍ۔

''عورت پھول ہے نہ کہ کوئی پہلوان''۔(بحارالانوار، جلد ۱۰۰، صفحہ ۲۵۳)

کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ مرد گھر میں عورت کی مانند کام کرتا ہے۔ یہاں عورت حاکمِ مطلق ہوتی ہے اور مرد کو دستور دیتی ہے کہ فلاں کام انجام دو اور فلاں کام کرو۔ مرد بھی دست بستہ جورو کا غلام بن جاتا ہے۔ لہٰذا ایسا مرد ہرگز اپنی بیوی کی تکیہ گاہ نہیں بن سکتا درحالانکہ بیوی ایک مضبوط پناہ گاہ کو پسند کرتی ہے۔

کبھی یہ بھی ہوتا ہے کہ مرد کی طرف سے کچھ چیزیں عورت پر زبردستی تھوپی جاتی ہیں۔ فرض کریں کہ گھر کی تمام خریداری، کام کاج، دیگر تمام مسائل کو نمٹانا اور تمام تقاضہ مند افراد کو جواب دینا عورت کی ذمہ داری ہے، آخر کیوں؟ کیونکہ شوہر یہ کہتا ہے کہ میں نوکری کرتا ہوں، تھک جاتا ہوں اور میرے پاس وقت نہیں ہے۔ گویا وہ وقت نہ ہونے کے ڈنڈے سے گھر کو چلاتا ہے اور کہتا ہے کہ میں باہر کام کے لئے جاوں گا اور گھر کے سارے کام بیوی انجام دے گی۔ یعنی تمام خشک، غیر دلچسپ اور بھاری بھرکم کام عورت کے لئے! البتہ ممکن ہے کہ مرد اس طرح چند روز کے لئے عورت کو سرگرم رکھے لیکن حقیقت میں یہ کام اس کی طبیعت و مزاج سے میل نہیں کھاتے۔

بیوي پھول ہے نہ کہ آپ کي نوکراني اور ملازمہ

روایت میں آیا ہے کہ ''المرآۃ ریحانۃ'' (عورت پھول ہے)۔ اب آپ خود ملاحظہ کیجئے کہ اگر کوئی مرد کسی نرم و نازک پھول سے غیر انسانی سلوک روا رکھے، اس سے بے اعتنائی برتے

اور بیوی کے پھول ہونے کی قدر نہ کرے تو یہ مرد کتنا ظالم اور بُرا ہے؟! مردوں کی اپنی بیویوں سے ان کی طاقت وتوانائی سے زیادہ بڑھی ہوئی بے جا توقعات، اپنی مرضی اور باتوں کوان پر ٹھونسنا اوران پر اپنا تسلط اور برتری جتانا یہ سب کتنا بُرا ہے؟!

حدیث میں وارد ہوا ہے کہ

اَلْمَرْاۃُ رَیْحَانَۃٌ وَلَیْسَتْ بِقَھْرِ مَانَۃٍ

۔(عورت پھول ہے، غلام ونوکر نہیں)۔قہرمان یعنی زندگی کے کام کاج کرنے والی لونڈی اورنوکرانی۔ یہ عورت آپ کی ملازمہ نہیں ہے کہ (جسے آپ چند ہزارروپے کے مہر دے کر اپنی ملازمہ بنالیں! اور) اپنی زندگی کے کام اور ذمہ داریوں کواس کے نرم ونازک دوش پر رکھ دیں اور بعد میں اس سے باز پرس بھی کریں،نہیں! عورت آپ کے ہاتھ میں ایک پھول ہے حتیٰ اگر یہ کوئی مفکر اور سیاستدان ہی کیوں نہ ہولیکن خاندانی زندگی میں وہ ایک پھول ہی تصور کی جائے گی۔

مرد کو ملازمت کرنی چاہیے

سورہ نسا کی آیت ۳٤ میں خداوند عالم ارشاد فرماتا ہے کہ ''اَلرِّجَالُ قَوَّامُوْنَ عَلَی النِّسَاءِ'' مرد ،خواتین کے نگراں اور گھر کے سرپرست ہیں اور تمام خاندانی اموران کے ہاتھ میں ہیں۔لہٰذا مرد کو چاہیے کہ وہ ملازمت کرے اور گھر کی معیشت اسی کے ذمے ہے۔بیوی کتنی ہی ثروت و دولت کی مالک کیوں نہ ہولیکن گھر کی کفالت اس کی ذمے داری نہیں ہے۔

نہ مرد کي مطلق العنان حکومت، نہ جورو کي غلامي

یہ کہنا بھی درست نہیں ہے کہ بیوی ہر جگہ شوہر کی تابع ہو اور اس کے فرمان کی تعمیل کرے، ہرگز نہیں! نہ اسلام میں ایسی کوئی چیز ہے اور نہ ہی شریعت نے اسے بیان کیا ہے۔ ''اَلرِّجَالُ قَوَّامُوْنَ عَلَی النِّسَاءِ'' کا معنیٰ یہ نہیں ہے کہ بیوی تمام امور میں اپنے شوہر کی تابع ہو، نہیں! یا بعض یورپ نہ دیکھنے والے افراد کی مانند کہ جو یورپ کی اندھی تقلید بھی کرتے ہیں اور خود ان سے بدتر بھی ہیں، ہم یہ کہیں کہ عورت کو ہی تمام کاموں کا حاکم اور مسؤل (جوابدہ) ہونا چاہیے اور مرد اس کا تابع اور خدمت گزار ہو، نہیں، یہ روش بھی غلط ہے، نہ مرد کی مطلق العنان حکومت نہ جورو کی غلامی! آپ دو دوست اور زندگی کے کاموں میں شریک اور ایک دوسرے کی مدد و اعانت کرنے والے ہیں۔ ایک جگہ مرد اپنی انا کے پہاڑ کو توڑے تو ایک جگہ بیوی ہمہ تن گوش ہو۔ ایک جگہ مرد کی خواہش اور اس کے طریقے کے مطابق کام انجام دیا جائے تو دوسری جانب بیوی کے مشورے سے کسی مشکل کا حل ڈھونڈا جائے تا کہ آپ دونوں مل کر زندگی گزار سکیں۔

مرد و عورت کا فطري تفاوت

خداوند عالم نے عورت کو صنف نازک اور لطیف و ظریف خلق کیا ہے۔ بعض انگلیاں دوسری انگلیوں سے بڑی اور موٹی ہوتی ہیں اور زمین سے ایک پتھر کو نکالنے میں بخوبی ان سے مدد لی

جا سکتی ہے۔لیکن اگر ان سے ہیرے کے ایک چھوٹے سے ذرّے کو اٹھایا جائے تو معلوم نہیں کہ وہ اُسے اٹھا پائیں گی یا نہیں؟ لیکن بعض انگلیاں نازک اور ظریف ہوتی ہیں وہ نسبتاً بڑے پتھر کو نہیں اٹھا سکتیں لیکن سونے یا جواہرات کے چھوٹے ذرّوں کو زمین سے اٹھا کر جمع کر سکتی ہیں۔ مرد اور عورت بھی بالکل ایسے ہی ہیں، ہر ایک کی اپنی اپنی ذمہ داری ہے۔ یہ نہیں کہا جا سکتا ہے کہ کسی ایک کی ذمہ داری دوسرے سے زیادہ سنگین ہے بلکہ دونوں کی ذمہ داری سنگین، ذی قیمت اور اپنے اپنے مقام پر لازمی ہے۔

عورت کی روح چونکہ لطیف اور نرم و نازک احساسات کی حامل ہے اس لئے اسے زیادہ آرام وسکون کی ضرورت ہوتی ہے۔ وہ راحت و آسائش اور ایک مطمئن تکیہ گاہ اور مضبوط جائے پناہ کی طالب ہے۔ یہ تکیہ گاہ کون ہے؟ وہ اس کا شوہر ہے۔ خداوند عالم نے ان لوگوں کو ایک دوسرے کے لئے خلق کیا ہے۔

دو مختلف نگاہیں مگر دونوں خوبصورت

فطری طور پر مرد کے بارے میں عورت کی سوچ، مرد کی عورت کے بارے میں فکر وخیال سے مختلف ہوتی ہے اور اسے ایک دوسرے سے مختلف بھی ہونا چاہیے اور اس میں کوئی عیب و مضائقہ نہیں ہے۔ مرد، عورت کو ایک خوبصورت، ظریف ولطیف اور نازک وحساس وجود اور ایک آئیڈیل کی حیثیت سے دیکھتا ہے اور اسلام بھی اسی بات کی تائید کرتا ہے: ''اَلْمَرْاَۃُ رَیْحَانَۃٌ''۔ یعنی عورت ایک نرم و نازک اور حسین پھول ہے، یہ ہے اسلام کی نظر۔ عورت ایک

نرم ولطیف اور ملائم طبیعت کی مالک موجود کا نام ہے جو زیبائی اور لطافت کا مظہر ہے۔ مرد، عورت کو ایسی نگاہوں سے دیکھتا ہے اور اپنی محبت کو اس قالب میں مجسم کرتا ہے۔ اِسی طرح مرد بھی عورت کی نگاہوں میں اس کے اعتماد اور بھروسے کا مظہر اور اس کی مضبوط تکیہ گاہ ہے اور وہ اپنی محبت اور دلی جذبات واحساسات کو ایسے مردانہ قالب میں سموتی اور ڈھالتی ہے۔ زندگی کی اس مشترکہ دوڑ دھوپ میں مرد وعورت کے یہ ایک دوسرے سے مختلف دو کردار ہیں اور دونوں اپنی اپنی جگہ صحیح اور لازمی ہیں۔ عورت جب اپنے شوہر کو دیکھتی ہے تو اپنی چشمِ محبت وعشق سے اس کے وجود کو ایک مستحکم تکیہ گاہ کی حیثیت سے دیکھتی ہے کہ جو اپنی جسمانی اور فکری صلاحیتوں اور قوت کو زندگی کی گاڑی کو آگے بڑھانے اور اس کی ترقی میں استعمال کرتا ہے۔ مرد بھی اپنی بیوی کو انس والفت کے مظہر، ایثار وفداکاری کی جیتی جاگتی اور زندہ مثال اور آرام وسکون کے مخزن کی حیثیت سے دیکھتا ہے کہ جو شوہر کو آرام وسکون دے سکتی ہے۔ اگر مرد زندگی کے ظاہری مسائل میں عورت کی تکیہ گاہ اور اس کے اعتماد وبھروسے کا مرکز ہے تو بیوی بھی اپنی جگہ روحانی سکون اور معنوی امور کی وادی کی وہ بادِنسیم ہے کہ جس کا احساس انسان کی تمام تھکاوٹ وخستگی کو دور کر دیتا ہے۔ گویا وہ انس ومحبت، چاہت ورغبت، پیار والفت اور ایثار وفداکاری کا موجیں مارتا ہوا بحر بیکراں ہے۔ یقیناً شوہر، محبت، سچے عشق اور پیار سے سرشار ایسی فضا میں اپنے تمام غم واندوہ، ذہنی پریشانیوں اور نفسیاتی الجھنوں کے بار سنگین کو اتار کر اپنی روح کو لطیف وسُبک بنا سکتا ہے۔ یہ ہیں میاں بیوی کی روحی اور باطنی قدرت وتوانائی۔

حقيقي اور خيالي حق

کسی بھی قسم کے ’’حق‘‘ کا ایک فطری اور طبیعی منشا و سبب ہوتا ہے۔ حقیقی اور واقعی حق وہ ہے جو فطری سبب سے جنم لے۔ یہ حقوق جو بعض محفلوں ۱ میں ذکر کئے جاتے ہیں، صرف توہمات اور خیالات کا پلندا ہیں۔

مرد و عورت کے لئے بیان کئے جانے والے حقوق کو ان کی فطری تخلیق، طبیعت و مزاج اور ان کی طبیعی ساخت کے بالکل عین مطابق ہونا چاہیے۔

آج کی دنیا کے فیمنسٹ یا حقوق نسواں کے ادارے کہ جو ہر قسم کے اہلِ مغرب، حقوقِ نسواں کے نام پر کتنا شور و غوغا اور جنجال برپا کرتے ہیں اور ان کی پریشانی کا سبب بھی یہی چیز ہے۔ کہتے ہیں کہ صرف ہم ہیں جو مقام زن کا پاس رکھتے ہیں۔ بہت خوب جناب! یہ لوگ مقامِ زن کا اپنی رسمی محافل، میٹنگوں، خرید و فروخت کے مراکز اور سڑکوں پر خیال رکھتے ہیں اور وہ بھی اس سے صرف لذّت حاصل کرنے کے لئے! لیکن کیا گھر میں شوہر اپنی بیوی کے ساتھ ایسا ہی ہے کہ جیسا باہر ہے؟ وہاں خواتین کو دی جانے والی اذیت و آزار، مردوں کے ہاتھوں خواتین کی مار پیٹ، گھر کی چار دیواری میں اُس کا بُرا حال اور زُور و زبردستی کی حکمرانی وغیرہ کتنی زیادہ ہے؟!

۱ اشارہ ہے حقوق نسواں، انسانی حقوق کے کمیشن اور ان کے ذیلی اداروں کے بے بنیاد فرضیوں اور ایجنڈوں کی جانب جو از خود مرد و عورت کے حقوق اختراع کرتے پھرتے ہیں۔

(مترجم)

شوہر، بیوی کی ضرورتوں کو درک کرے

شوہر کی ذمے داری یہ ہے کہ وہ بیوی کی ضرورتوں اور حاجتوں کو درک کرے، اس کے احساسات اور جذبات کو سمجھے، اس کے حال سے ایک لمحے کے لئے بھی غافل نہ ہو اور گھر میں خود کو تمام اختیارات کا مالک اور مطلق العنان حاکم تصور نہ کرے۔ میاں بیوی زندگی کی گاڑی کے دو پہیے، ایک دوسرے کے معاون و مددگار اور دو دوست ہیں اور (زندگی کے میدان میں اپنا کردار بھرپور انداز سے ادا کرنے کے لئے) ان میں سے ہر ایک کی اپنی خاص فکری اور باطنی وسعت اور دائرہ کار ہے۔

شوہر کی ذمے داری ہے کہ وہ اپنی بیوی کی زندگی کے تمام امور میں اس کی مدد کرے تا کہ وہ اپنے متعلق معاشرے میں موجود تمام پسماندگی، دقیانوسی خیالات اور خاص طرز فکر کا ازالہ کر سکے۔ البتہ اس پسماندگی سے مراد وہ چیزیں نہیں ہیں کہ جو آج مغرب اور بیگانوں کی تقلید کی وجہ سے ہمارے معاشرے میں آدھری ہیں۔ بلکہ ان دقیانوسی خیالات سے مراد خواتین کے مفید وجود کے فوائد کی معرفت، ان کے تعلیم حاصل کرنے جیسے اہم امر اور خواتین میں نئے افکار، ترقی اور غور و فکر جیسی صفات کی پرورش سے متعلق معاشرے کی چھوٹی ذہنیت اور کم ظرفی ہے۔ لہٰذا مرد ان تمام شعبوں میں اپنی شریک حیات کی جتنی بھی مدد کرے کم ہے۔ اگر عورت چاہتی ہے کہ کوئی کام انجام دے اور وہ اپنی خاندانی زندگی کے دائرہ کار اور اس کی حالت کو پیش نظر رکھتے ہوئے

اجتماعی کاموں میں حصہ لینے کی خواہشمند ہے تو مرد کو چاہیے کہ اس کی راہ میں مانع نہ ہو۔

مرد کی خام خیالی اور غلط رویّہ

مرد ہرگز یہ خیال نہ کرے کہ چونکہ وہ صبح سے شام تک نوکری کے لئے باہر رہتا ہے، اپنا مغز کھپاتا اور تھوڑی بہت جو رقم گھر لاتا ہے تو وہ بیوی سمیت اس کی تمام چیزوں حتیٰ اس کے جذبات، احساسات اور خیالات کا بھی مالک بن گیا ہے، نہیں! وہ جو کچھ گھر لے کر آتا ہے وہ گھر کے اجتماعی حصے اور ذمے داریوں کی نسبت آدھا ہوتا ہے۔ جب کہ دوسرا آدھا حصہ اور ذمہ داری بیوی سے متعلق ہے۔ بیوی کے اختیارات، اس کی سلیقہ شعاری اور گھریلو انتظام سنبھالنا، اس کی رائے، نظر، مشورہ اور اس کی باطنی ضرورتوں کا خیال رکھنا شوہر ہی کے ذمے ہے۔ ایسا نہ ہو کہ مرد چونکہ اپنی غیر ازدواجی زندگی میں رات کو دیر سے گھر آتا تھا لہٰذا اب شادی کرنے کے بعد بھی ایسا ہی کرے، نہیں! اسے چاہیے کہ وہ اپنی زوجہ کے روحی، جسمی اور نفسیاتی پہلوؤں کا خیال رکھے۔

قدیم زمانے میں بہت سے مرد خود کو اپنی بیویوں کا مالک سمجھتے تھے، نہیں جناب یہ بات ہرگز درست نہیں ہے! گھر میں جس طرح آپ صاحبِ حق و اختیار ہیں اسی طرح آپ کی شریکہ حیات بھی اپنے حق اور اختیار کو لینے اور اسے اپنی مرضی کے مطابق استعمال کرنے کی مجاز ہے۔ ایسا نہ ہو کہ آپ اپنی زوجہ پر اپنی بات ٹھونسیں اور زور زبردستی اس سے اپنی بات منوا لیں۔ چونکہ عورت، مرد کی بہ نسبت جسمانی لحاظ سے کمزور ہے لہٰذا کچھ لوگ یہ خیال کرتے

ہیں کہ عورت کو دبانا چاہیے، اُس سے چیخ کر اور بھاری بھر کم لہجے میں بات کریں، ان سے لڑیں اور ان کی مرضی اور اختیار کا گلا گھونٹتے ہوئے اپنی بات کو ان پر مسلط کر دیں۔

عقلمند بیوی اپنے شوہر کی معاون و مددگار ہے

بیوی کو بھی چاہیے کہ وہ اپنے شوہر کی ضرورتوں، اندرون اور بیرون خانہ اس کی فعالیت اور اس کی جسمانی اور فکری حالت کو درک کرے۔ ایسا نہ ہو کہ بیوی کے کسی فعل سے مرد اپنے اوپر روحی اور اخلاقی دباؤ محسوس کرے۔ شریکہ حیات کو چاہیے کہ وہ کوئی ایسا کام انجام نہ دے کہ جس سے اس کا شوہر امورِ زندگی سے مکمل طور پر ناامید اور مایوس ہو جائے اور خدانخواستہ غلط راستوں اور ناموس کو زک پہنچانے والی راہوں پر قدم اٹھا لے۔ زندگی کے ہر کام اور ہر موڑ پر ساتھ دینے والی شریکہ حیات کو چاہیے کہ وہ اپنے شوہر کو زندگی کے مختلف شعبوں میں استقامت اور ثابت قدمی کے لئے شوق و رغبت دلائے اور اگر اس کی نوکری اس طرح کی ہے کہ وہ اپنے گھر کو چلانے میں اپنا صحیح اور مناسب کردار ادا نہیں کر پا رہا ہے تو اس پر احسان نہ جتائے اور اسے طعنے نہ دے۔ گھر کا مرد اگر علمی، جہادی (سیکورٹی اور حفاظت وغیرہ) اور معاشرے کے تعمیری کاموں میں مصروف ہے خواہ وہ نوکری کے لئے ہو یا عمومی کام کے لئے، تو بیوی کو چاہیے کہ وہ گھر کے ماحول کو اس کے لئے مساعد اور ہموار بنائے تا کہ وہ شوق و رغبت سے کام پر جائے اور خوش خوش گھر لوٹے۔ تمام مرد حضرات اس بات کو پسند کرتے ہیں کہ جب وہ گھر میں قدم رکھیں تو گھر کا آرام دہ، پرسکون اور پرامن ماحول انہیں خوش آمدید

کھے اور وہ اپنے گھر میں اطمینان اور سکھ کا سانس لیں۔ یہ ہیں زوجہ کے فرائض۔

بیوی کے فرائض

بیوی کی خاص یہ ذمہ داریاں ہیں کہ اسے چاہیے کہ وہ اپنے وظائف اور ذمہ داریوں کی تشخیص کے لئے عقلمندی سے کام لے۔ عورتیں یہ بات اچھی طرح سے ذہن نشین کرلیں کہ اگر ایک عورت عقل اور ہوش سے کام لے تو گھر کو چلانے میں وہ مرد کی بھی بہترین مددگار ثابت ہوگی اور مرد کی بہتر طور پر راہنمائی بھی کر سکے گی۔ صحیح ہے کہ مرد، عورت کی بہ نسبت بڑی جسامت اور قوی ہیکل کا مالک ہوتا ہے لیکن خداوند عالم نے عورت کے مزاج اور طبیعت کو اس طرح خلق کیا ہے کہ اگر مرد وعورت فطری طور پر صحیح وسالم ہوں اور بیوی عاقل ہو تو یہ بیوی ہی ہے کہ جو شوہر کے دل میں گھر کر لے گی۔ لیکن یہ بات بھی قابلِ توجہ ہے کہ چالاکی، شاطرانہ چالوں، اپنا حکم چلانے اور زبردستی اپنی بات منوانے سے یہ مقام حاصل نہیں کیا جا سکتا ہے! بیوی اپنے نرم و ملائم لہجے اور خندہ پیشانی سے شوہر کا استقبال کرنے، مسکراتے ہونٹوں، خوشحال چہرے اور شوہر کے مزاج کو تھوڑا بہت تحمل و برداشت کرنے سے اپنے شوہر کا دل جیت لے گی۔ البتہ لازمی نہیں کہ وہ اپنے شوہر کو بہت زیادہ تحمل کرے (کیونکہ مرد کو بھی یہ حق حاصل نہیں ہے کہ وہ ہر بات میں زور وزبردستی کرے) کیونکہ خداوند عالم نے یہ تھوڑا بہت تحمل و برداشت اور لچک عورت کی طبیعت میں رکھی ہے۔ بیوی کو چاہیے کہ وہ اپنے شوہر سے اس طرح کا سلوک رکھے۔

بعض خواتین اپنے شوہروں سے سخت لہجے اور گرم مزاجی سے پیش آتی ہیں۔ مثلاً، ''آپ کو یہ چیز میرے لئے ہر صورت میں خریدنی ہے!''، ''میرے لئے سونے کی اتنی چوڑیاں بنوائیں کیونکہ میری دوست کے شوہر نے اسے اتنے ہزار کی چوڑیاں بنوا کر دی ہیں''، ''اگر آپ مجھے سونے کی چوڑیاں نہیں بنوائیں گے تو میرا سر اُس کے سامنے نیچے ہو جائے گا''۔ بعض خواتین اس قسم کی باتوں سے اپنے شوہروں کو ذہنی اذیت دیتی اور اُنہیں پریشانی میں مبتلا کرتی ہیں۔ یہ سب طور طریقے صحیح نہیں ہیں۔

کامیاب ازدواجي زندگي کے سنہرے اصول

پہلا مرحلہ

بہشت بریں تک ہمسفر

دریچہ

علیؑ و فاطمہؑ کی مشترکہ ازدواجی زندگی کے ابھی چند ہی روز گزرے تھے۔

پیغمبر اکرم • نے حضرت علیؑ سے ان کی ہمسفر و زوجہ کے بارے میں ان کی نظر معلوم کی:

اے علی تم نے فاطمہ کو کیسا شریکہ حیات پایا؟

حضرت علیؑ نے ایک جملے سے

جو اپنی شریکہ حیات کی بھرپور قدردانی اور شکریے کی عکاسی کر رہا تھا،

اپنی زوجہ کے عشقِ جاوید کے بارے میں اپنی نظر کا اظہار فرمایا:

"نِعْمَ الْعَوْنُ علی طَاعَةِ اللهِ"[1]

"یارسول اللہ • وہ اطاعتِ خدا کی انجام دہی میں بہترین مددگار اور معاون ہیں"۔

اس طرح عالم ہستی کا بہترین داماد اپنے عشق خدا کے اسرار سے یوں پردہ ہٹاتا ہے اور اپنی

مشترکہ ازدواجی زندگی کی راہِ سعادت کو تمام دولہا دلہنوں کو دکھاتا ہے۔

یعنی اے علوی دولہا اور فاطمی دلہنوں!

صرف خدا اور اس کی اطاعت کی انجام دہی کے لئے ایک دوسرے کے ہاتھوں کو تھام لو

اور خدائے مہربان کی بہشت بریں تک ایک دوسرے کے ہمسفر بنو۔

وقت کی گھڑی کی سوئیاں بہت تیزی سے گزر رہی ہیں

اور دنیا سب کے لئے یکساں طور پر سرعت سے اپنے انجام کی جانب قدم بڑھا رہی ہے۔

شادی کی اس تقریب کو غور سے دیکھیں۔ آپ کے والدین گزشتہ کل کے دولہا دلہن ہیں

۱ بحارالانوار، جلد ۴۳، صفحہ ۱۱۷

کہ جس کو بہت زیادہ عرصہ نہیں گزرا ہے۔ اس طرح آپ بھی آنے والے کل کے والدین ہیں

کہ جو اپنے بچوں کی شادی کی تقریب میں شرکت کریں گے۔

یہ ہے زندگی کے آسمان سے فرصت کے بادلوں کا تیزی سے گزرنا۔

وہ چیز جو آپ کی زندگی اور آپ کی ازدواجی دنیا کو

محبتِ الٰہی کے خورشید کے پرَتو میں زندگی جاوید سے متصل کر دیتی ہے

وہ صرف ''تقویٰ'' اور ''اطاعتِ خدا'' ہے۔

ایک دوسرے کے ایمان کی تکمیل و تقویت میں ایک دوسرے کی مدد کیجئے

اور ایک دوسرے کے ہاتھ سے ''ذکر'' کے جام کو نوش کریں۔

آپ کی کوشش ہونی چاہیے

کہ شیطانی حملوں کے مقابلے میں ایک دوسرے کی مضبوط سپر بنیں

اور دینی احکام وفرائض کی بجا آوری میں

ایک دوسرے کی اعانت کریں اور رغبت دلائیں۔

آپ ضرور دریافت کریں گے کہ کیسے؟

تو ہم یہی کہیں گے

کہ اُس سے سوال کریں

کہ جو راستے کے نشیب وفراز سے واقف بھی ہو

اور اسرارِ عشق کی باریکیوں سے بھی۔

''اُس'' سے پوچھیں کہ جس کا پُرنور چہرہ

یادِ خدا کو ہمارے قلوب میں مجسم بنا دیتا ہے!

خوش بختی کا مفہوم

خوش بختی عبارت ہے آرام وسکون، سعادت اور امن کے احساس سے۔ بڑے بڑے فنکشن اور اسراف وفضول خرچی کسی کو خوش بخت نہیں بناتی۔ اسی طرح مہر کی بڑی بڑی رقمیں اور جہیز کی بھرمار بھی انسانی سعادت وخوش بختی میں کسی بھی قسم کا کردار ادا کرنے سے قاصر ہے۔ یہ صرف شریعت کی ہی پابندی ہے کہ جو انسان کو خوش بختی اور سعادت سے ہمکنار کرتی ہے۔

ایک دوسرے کو جنتی بنائیے

شادی اور شریکہ حیات کا انتخاب کبھی انسانی قسمت میں بہت موثر ہوتا ہے۔ بہت سی ایسی بیویاں ہیں جو اپنے شوہروں کو اور بہت سے مرد اپنی بیویوں کو جنتی بناتے ہیں۔ اس کے برعکس بھی ہوتا ہے۔ اگر میاں بیوی گھر کے اس مرکز کی قدر کریں اور اس کی اہمیت کے قائل ہوں تو ان کی زندگی پرامن اور پرسکون زندگی ہو جائے گی اور اچھی شادی کے سائے میں انسانی کمال کا حصول میاں بیوی کے لئے ممکن ہو جائے گا۔

کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ مرد زندگی میں ایسے دوراہے پر پہنچتا ہے کہ جس میں ایک راہ کا انتخاب اس کے لئے ضروری ہوتا ہے۔ یا دنیا یا صحیح راہ اور امانت داری وصداقت میں سے کسی ایک کو منتخب کرے۔ یہاں اس کی بیوی اہم کردار ادا کرتی ہے کہ اسے پہلے یا دوسرے راستے کی طرف کھینچ کر لے جائے۔ صورتحال اس کے برعکس بھی ہوتی ہے کہ شوہر حضرات بھی اپنی شریکہ حیات کے لئے موثر ثابت ہو سکتے ہیں۔ آپ سعی کیجئے کہ آپ دونوں اچھی راہ کے انتخاب میں ایک دوسری کی مدد کریں۔

آپ کوشش کریں کہ دین داری، خدا اور اسلام کی راہ میں قدم اٹھانے، راہِ حقیقت، امانت اور صداقت میں اپنا سفر جاری رکھنے کے لئے ایک دوسرے کی مدد کریں اور انحراف اور لغزش سے ایک دوسرے کی حفاظت کریں۔

اسلامی انقلاب کی کامیابی سے قبل اور اس کے بعد ابتدائی سخت سالوں اور جنگ کے مشکل

زمانے میں بہت سی خواتین نے اپنے صبر اور تعاون سے اپنے شوہروں کو جنتی بنایا۔ مرد مختلف قسم کے محاذوں پر گئے اور انہوں نے گونا گوں قسم کی مشکلات اور خطرات کو مول لیا، یہ خواتین گھروں میں تنہا رہ گئیں اور انہوں نے تن تنہا مشکلات کا مقابلہ کیا لیکن زبان پر کسی بھی قسم کا شکوہ نہیں لائیں اور یوں انہوں نے اپنے شوہروں کو بہشت بریں کا مسافر بنایا۔ جب کہ وہ ایسا بھی کر سکتی تھیں کہ ان کے شوہر میدان جنگ جانے اور جنگ کرنے سے پشیمان ہو جاتے مگر انہوں نے ایسا نہیں کیا اور صبر کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑا۔ بہت سے ایسے شوہر تھے کہ جنہوں نے اپنی بیویوں کو جنت کا راہی بنایا۔ ان کی ہدایت، تعاون، دستگیری اور مدد سے یہ خواتین اس قابل ہوئیں کہ خدا کی راہ میں حرکت کر سکیں۔

صورتحال اس کے برعکس بھی ہے۔ بہت سی خواتین اور مرد ایسے تھے کہ جنہوں نے ایک دوسرے کو جہنمی بنایا۔ آپ کو چاہیے کہ ایک دوسرے کی مدد کریں اور ایک دوسرے کو جنتی اور سعادت مند بنائیں۔ آپ کو کوشش ہونی چاہیے کہ تحصیلِ علم، کمال کے حصول، پرہیزگاری، تقویٰ اور سادہ زندگی گذارنے میں ایک دوسرے کی مدد کریں۔

ایک دوسرے کو خوش بخت کیجئے

بہت سی بیویاں اپنے شوہروں کو جنتی اور بہت سے مرد اپنی بیویوں کو حقیقتاً سعادت مند بناتے ہیں، جبکہ اس کے برخلاف بھی صورت حال تصور کی جا سکتی ہے۔ ممکن ہے کہ مرد اچھے ہوں لیکن ان کی بیویاں انہیں اہل جہنم بنا دیں یا بیویاں اچھی اور نیک ہوں مگر ان کے شوہر انہیں

راہ راست سے ہٹا دیں۔ اگر میاں بیوی دونوں ان مسائل کی طرف توجہ رکھیں تو اچھی باتوں کی تاکید، بہترین انداز میں ایک دوسرے کی اعانت و مدد سے اور گھر کی فضا میں دینی اور اخلاقی احکامات وتعلیمات کو زبانی بیان کرنے سے زیادہ اگر عملی طور پر ایک دوسرے کے سامنے پیش کریں اور ہاتھ میں ہاتھ دیں تو اس وقت ان کی زندگی کامل اور حقیقتاً خوش بخت ہو گی۔

ایک مرد اپنی ہمدردانہ نصیحتوں، رہنمائی، وقت پر تذکر دینے اور اپنی بیوی کی زیادہ روی، زیادتی اور اس کے بعض انحرافات کا راستہ روک کر اسے اہل جنت بنا سکتا ہے۔ البتہ اس کے برعکس بھی اس کی زیادتی، ہوس، بے جا توقعات اور غلط روشوں کی اصلاح نہ کرتے ہوئے اسے جہنمی بھی بنا سکتا ہے۔

حق بات اور صبر کي تلقين

میاں بیوی کے دلوں کے ایک ہونے اور ایک دوسرے کی مدد کرنے کا معنیٰ یہ ہے کہ آپ راہ خدا میں ایک دوسرے کی مدد کریں۔ ''تَوَاصَوۡا بِالۡحَقِّ وَتَوَاصَوۡ بِالصَّبۡرِ'' (حق بات اور صبر) کی تلقین کریں۔

اگر بیوی دیکھے کہ اس کا شوہر انحراف کا شکار ہو رہا ہے، ایک غیر شرعی کام انجام دے رہا ہے یا رزق حرام کی طرف قدم بڑھا رہا ہے اور غیر مناسب دوستوں کے ساتھ اٹھنے بیٹھنے لگا ہے تو سب سے پہلے جو اُسے ان تمام خطرات سے محفوظ رکھ سکتا ہے وہ اس کی بیوی ہے۔ یا اگر

مرد اپنی بیوی میں اسی قسم کی دوسری برائیوں کا مشاہدہ کرے تو اسے بچانے والوں میں سب سے پہلے اس کا شوہر ہوگا۔ البتہ ایک دوسرے کو برائیوں سے بچانا اور خطرات سے محفوظ رکھنا محبت، میٹھی زبان، عقل و منطق کے اصولوں کے مطابق حکیمانہ اور مدبّرانہ رویے کے ذریعے سے ہو نہ کہ بداخلاقی اور غصے وغیرہ کے ذریعے سے۔ یعنی دونوں کی ذمے داری ہے کہ وہ ایک دوسرے کی حفاظت کریں تاکہ وہ راہ خدا میں ثابت قدم رہیں۔

ایک دوسرے کا ساتھ دیں اور مدد کریں خصوصاً دینی امور میں۔ اگر آپ یہ دیکھیں کہ آپ کا شوہر یا بیوی نماز کی چور ہے، نماز کو کم اہمیت دیتی ہے، سچ بولنے یا نہ بولنے میں اسے کوئی فرق نہیں پڑتا، شوہر لوگوں کے مال میں بے توجہی سے کام لیتا ہے اور اپنے کام سے غیر سنجیدہ ہے تو یہ آپ کا کام ہے کہ اسے خواب غفلت سے بیدار کریں، اسے بتائیے، سمجھائیے اور اس کی مدد کریں تاکہ وہ اپنی اصلاح کرے۔

اگر آپ یہ دیکھیں کہ وہ محرم و نامحرم، پاک ونجس اور حلال وحرام کی پرواہ نہیں کرتا اور ان سے بے اعتنائی برتتا ہے تو آپ اسے متوجہ کریں، اسے آگاہی دیں اور اس کی مدد کریں تاکہ وہ بہتر اور اچھا ہو جائے۔ یا وہ جھوٹ بولنے اور غیبت کرنے والا ہو تو آپ کی ذمہ داری ہے کہ اسے سمجھائیے نہ کہ اس سے لڑیں جھگڑیں، نہ کہ اپنے گھر کی فضا خراب کریں اور نہ اس شخص کی مانند جو الگ بیٹھ کر صرف زبانی تنقید کے نشتر چلاتا ہے۔

ایک تیماردار کی مانند، نہ کہ ایک چوکیدار کی طرح

میاں بیوی کو چاہیے کہ ایک دوسرے کی صحیح راستے اور صراط مستقیم پر چلنے کے لئے مدد کریں۔ اگر وہ یہ دیکھیں کہ اس کا شوہر یا بیوی کوئی نیک عمل اور کار خیر انجام دینا چاہتا ہے تو اسے چاہیے کہ اس کی ہمت بندھائے، اسے شوق اور رغبت دلائے اور اس کے برعکس اگر وہ یہ دیکھیں کہ سامنے والا خدانخواستہ کسی خطا کا ارتکاب کر رہا ہے تو اس کی پوری کوشش ہونی چاہیے کہ وہ اس کی اصلاح کرے۔ آپ دونوں راہ خدا میں ایک دوسرے کی مدد کریں۔ دونوں کے کاموں کی بنیاد ایک دوسرے کی اصلاح ہونی چاہیے، ایک چوکیدار کی مانند نہیں کہ جو ہمیشہ سر پر ڈنڈا لئے کھڑا رہے، نہیں! بلکہ ایک وظیفہ شناس تیماردار اور شفیق والدین کی مانند۔

میاں بیوی کی زندگی میں خدا کی طرف توجہ اور احکام خدا کی اطاعت کو نقطہ مشترک ہونا چاہیے اور دونوں اس مشترک نقطے کی حفاظت کریں۔ اگر بیوی یہ دیکھے کہ اس کا خاوند دینی مسائل کے بارے میں لاابالی ہے تو اپنی خاص زنانہ حکمت عملی، عقل مندی، خوش اخلاقی اور نرم وملائم مزاج کے ذریعے اسے راہ خدا پر لانے کے لئے اپنی کوشش کرنی چاہیے۔ یا اگر شوہر یہ دیکھے کہ بیوی دینی احکامات سے بے توجہ ہے تو اس کی بھی یہی ذمہ داری ہے کہ وہ بیوی کی مدد کرے اور یہ کام زندگی کے بنیادی کاموں میں سے ایک ہے۔

اخلاقی حفاظت

اپنے شریک حیات یا زوجہ کی سب سے بڑی خدمت یہ ہے کہ آپ کوشش کریں کہ آپ دونوں دیندار رہیں۔ آپ اپنے شوہر یا بیوی کی حفاظت کیجئے کہ وہ کوئی غیر شرعی کام انجام نہ دے۔ اس حفاظت کا مطلب یہ نہیں کہ آپ کھڑے ہو کر چوکیداری کریں اور اسے اپنے تحت نظر رکھیں یا نظر بند کر دیں بلکہ یہ حفاظت، اخلاقی حفاظت ہے، مہربانی والی حفاظت، رحمدلانہ اور تیماردارانہ حفاظت ہے۔

اگر آپ نے سامنے والے میں کسی غلطی کا مشاہدہ کیا تو آپ اسے نہایت ہوشیاری اور میٹھے و ملائم لہجے میں دور کر دیں۔ آپ دونوں تذکر دینے اور بعض امور کی رعایت کرنے کی وجہ سے ایک دوسرے کی نسبت ذمے دار ہیں۔

اگر بیوی دیکھے کہ اس کا شوہر غلط قسم کے لین دین اور برے دوستوں کے ساتھ معاشرت کرنے لگا ہے یا شوہر دیکھے کہ اس کی بیوی فیشن پرستی اور عیش پرستی میں گرفتار اور دینی مسائل سے بے توجہی میں پڑ گئی ہے تو یہ نہ کہے کہ ''وہ جانے اور اس کا کام'' یا ''بھاڑ میں جائے میری بلا سے''، نہیں! آپ دونوں کی ایک دوسرے کی نسبت ذمہ داریاں ہیں لہٰذا آپ اپنی توانائی اور ہمت کو متمرکز کریں کیونکہ میاں بیوی دونوں ایک دوسرے پر اثرات مرتب کر سکتے ہیں۔

کامیاب ازدواجي زندگي کے سنہرے اصول

دوسرا مرحلہ

زندگي کے ظاہري روپ سے مافوق حقيقتيں

دریچہ

خداوند عالم کی نگاہ میں گھر کو بسانا

درحقیقت ''مودت'' کے چشمے کے کنارے

پیار و محبت اور اطاعت خدا کی بنیادوں پر گھر کی تعمیر کرنا ہے۔

مودت یعنی عمیق اور گہرا عشق، نشاط و طراوت،

زندگی کے خوبصورت ہنگامے[1] اور یادگار لمحات۔

وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَوَدَّةً وَرَحْمَةً[2]

''اور اس نے تم میں مودت اور رحمت کو قرار دیا۔''

یہ مودت دراصل محبت خدا کا بحر بیکراں ہے۔

خدائے رحمان و رحیم اور رؤف و لطیف نے اپنے حکیمانہ ارادے سے

''آسمانی عشق'' کی آتش کی ''چنگاری'' کو اس نئے شادی شدہ نوجوان جوڑے میں رکھا ہے

تاکہ دونوں ایک دوسرے کے وجود

اور ''دل کے آئینے'' میں خدائے جمیل ولطیف کی

''آیاتِ لطف و جمال'' میں سے ایک آیت ونشانی کا مشاہدہ کریں

----

۱ زندگی کے خوبصورت ہنگاموں سے مراد زندگی کے پیار بھرے لمحات ہیں کہ جہاں عشق بھی موجزن ہے۔ چھوٹی چھوٹی باتوں پر ایک دوسرے سے نٹ کھٹ، ناراضگی، پیار ومحبت کی سرحدوں پر ہلکی پھلکی سرحدی جھڑپیں اور اس کے بعد ایک دوسرے کو منانا۔ جہاں انس و الفت سایہ فگن ہے۔ جہاں ملے جلے جذبات، احساسات، پیار بھرے چھوٹے چھوٹے جھگڑے زندگی کے خوبصورت ہنگاموں کی عکاسی کرتے ہیں۔ جہاں چھوٹے موٹے جھگڑوں کے بعد رضایت وخوشی کی شیرینی میاں بیوی کے ایک دوسرے کیلئے پیار ومحبت کے احساس کو چند برابر کر دیتی ہے۔(مترجم)

۲ سورہ روم/۲۱

اور اپنے ''محرم ویار'' کے ہاتھوں محبت الٰہی کا جام پئیں اور کامیاب ہو جائیں۔

اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةً لِقَوْمٍ یَتَفَکَّرُوْنَ۱

''بے شک اس میں صاحبانِ تفکر کے لئے نشانی ہے''۔

یہ محبت دراصل وہ گرہ ہے جسے خداوند عالم اپنے دستِ لطف سے ان دونو جوان دلوں میں لگاتا ہے

اور یہ وہ بندھن اور رشتہ ہے جو نام خدا سے اور حکم خدا سے ان دونوں کے درمیان قائم ہوتا ہے۔

یہ محبت وہ عظیم سرمایہ ہے کہ اگر اس کی حفاظت کی جائے تو یہ زندگی کی حفاظت کرتا ہے،
اُسے رونق بخشتا، زندگی کی تلخیوں کو شیریں اور سختیوں کو آسان بناتا ہے۔
اگر خدا کی عطا کردہ اس نعمت عظمیٰ کی قدردانی اور اس کا شکریہ ادا کیا جائے
تو محبت الٰہی کے ''کیمیا'' کا حصول آسان ہوجاتا ہے۔
میاں بیوی اپنی گراں قیمت جمع پونجی کے ذریعے
اپنی تمام آرزوؤں تک پہنچ سکتے ہیں اور بہشت بریں کا زمین پر تجربہ کرسکتے ہیں۔
مگر ایک شرط ہے۔۔۔۔۔؟!
وہ یہ کہ اپنے اس رشتے اور بندھن کی قدر کریں
اور اپنی پوری ہنرمندی کو بروئے کار لاتے ہوئے اسے تمام خطرات سے محفوظ رکھیں۔
مگر کس طرح؟
اس مقام پر ''راہ محبت'' کے
اس جہاں دیدہ شخص کی راہنما باتیں
نوجوان عاشقوں کے لئے بہترین راہنما ہیں۔

----

۱ سورہ روم/۲۱

زندگی کے ظاہری روپ سے مافوق حقیقتیں

زندگی کے ظاہری روپ سے بڑھ کر انسان کی اُمیدیں و آرزوئیں، عشق اور اُس کے محبت اور جذبات و احساسات انسانی حیات میں کلیدی کردار کے حامل ہیں اور ان کا کردار کوئی معمولی نوعیت کا نہیں ہے بلکہ یہ بنیادی کردار ادا کرتے ہیں اور ساتھ ہی زندگی کی مستحکم اور بلند عمارت کو مضبوط بنیاد فراہم کرتے ہیں۔ ان سب کو کیسے منظم کیا جا سکتا ہے؟ یہ وہ مقام ہے کہ جہاں میاں بیوی کو چاہیے کہ اپنی مشترکہ زندگی میں اپنے کردار کو پہچانیں۔۔۔ مرد اپنی زوجہ کو اور زوجہ اپنے میاں کے لئے محبت آمیز نگاہیں اور پاک و پاکیزہ عشق رکھتی ہو اور انہیں چاہیے کہ اپنے اس عشق کی حفاظت کریں۔ اس لئے کہ یہ عشق ختم ہونے والا ہے دیگر دوسری چیزوں کی مانند۔ بس انہیں چاہیے کہ اس کی حفاظت کریں تا کہ یہ ختم نہ ہو۔

اصل ماجرا، عشق ہی تو ہے

اگر میاں بیوی کی مشترکہ ازدواجی زندگی میں محبت سایہ فگن ہو تو گھر سے باہر اور گھر کے اندر کی تمام سختیاں اور مشکلات بیوی کے لئے آسان ہو جائیں گی۔

شادی میں اصل ماجرا اور لُبِّ لباب عشق و محبت ہی تو ہے اور رشتہ ازدواج میں منسلک ہونے والے لڑکے اور لڑکیاں یہ بات اچھی طرح جان لیں۔ چنانچہ یہ محبت جو ایک دوسرے کی نسبت خدا نے آپ کو دی ہے آپ کو چاہیے کہ اس کی حفاظت کریں۔

یہ انسانی رابطہ، باہمی محبت اور ہمدردی پر قائم ہے یعنی میاں بیوی کو چاہیے کہ آپس میں محبت کا برتاو کریں تا کہ یہ محبت ان کی مشترکہ ازدواجی زندگی کو آسان بنا دے۔لیکن اس بات کی طرف بھی توجہ رہے کہ محبت کے عنصر کا مال دولت، ماڈرن زندگی اور اس قسم کی دوسری چیزوں سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

یہ محبت ہی ہے جو گھرانے کو پائیدار بناتی ہے، محبت درحقیقت خوشحال اور آباد زندگی کا سرمایہ ہے اور سخت سے سخت مراحل بھی محبت کے ذریعے آسان ہو جاتے ہیں۔اگر انسان محبت و عشق کے ساتھ راہِ خدا میں قدم رکھے تو زندگی کی تمام مشکلات اور سختیاں آسان اور تمام کام سہل ہو جائیں گے۔

دولہا دلہن کو چاہیے کہ آپس میں محبت سے پیش آئیں کیونکہ محبت وہ چیز ہے جو ایک دوسرے کے لئے ان دونوں کی حفاظت کرتی ہے۔انہیں ایک دوسرے کے پاس محفوظ رکھتی ہے اور انہیں اس بات کی اجازت نہیں دیتی کہ وہ ایک دوسرے سے جدا ہوں۔محبت بہترین 'اکسیر' ہے اور جہاں محبت ہوگی وہاں وفاداری بھی موجود ہوگی اور وہاں بے وفائی، خیانت اور تاریکی کا کوئی وجود نہیں ہوگا۔جب محبت گھر میں آتی ہے تو وہاں کی فضا انس والفت سے لبریز، قابل تحمل اور شیریں و میٹھی ہو جاتی ہے۔

جتنا زیادہ اتنا ہی بہتر

میاں بیوی آپس میں جتنی محبت کریں وہ کم ہے۔وہ مقام کہ جہاں محبت جتنی بھی زیادہ ہو اس

میں کوئی عیب نہیں، وہ میاں بیوی کی باہمی محبت ہے۔ یہ جتنی بھی زیادہ محبت کریں، اچھا ہے اورخود یہ محبت ایک دوسرے پر اعتماد کی فضا کو قائم کرتی ہے۔ میاں بیوی کی باہمی محبت بھی خدا سے کی جانے والی محبت کا ہی ایک حصہ ہے۔ یہ ان بہترین محبتوں میں سے ایک ہے کہ جو جتنی زیادہ ہو اتنی ہی بہتر ہے۔

محبت سے خار بھي پھول بن جاتے ہیں

میاں بیوی کو ایک دوسرے کے ساتھ محبت کا برتاو کرنا چاہیے۔۔ یہ محبت سعادت وخوش بختی کی بنیاد بنتی ہے۔ خوش بختی اس میں ہے کہ میاں بیوی ایک دوسرے کو پسند کرتے ہوں۔ جب محبت زندگی پر حاکم ہو تو اس محبت کے ذریعے خار بھی پھول بن جاتے ہیں۔ اگر میاں یا بیوی میں کوئی بری عادت موجود ہو لیکن دونوں کے درمیان محبت کا رشتہ قائم ہو تو وہ بری عادت بالکل ختم ہو جائے گی اور وہ محبت، بری عادت کی تمام تاریکی وظلمت کو ختم کردے گی۔

محبت کسي کے حکم یا فرمان سے ہونے والي کوئي چیز نہیں ہے!

محبت کوئی ایسی چیز نہیں ہے کہ جو کسی کے دستور یا فرمان سے ہو جائے۔ محبت خود آپ کے اختیار میں ہے۔ آپ اپنی محبت اپنے شوہر یا بیوی کے دل میں روز بروز زیادہ کر سکتے ہیں۔ مگر کس طرح؟ اچھے اخلاق، بہتر کردار، وفاداری اور محبت کے ذریعے۔

اگر بیوی یہ چاہتی ہے کہ اس کا شوہر اس سے محبت کرے تو اسے چاہیے کہ وہ اس کے لئے کوشش کرے۔ اس طرح اگر مرد کی خواہش ہو کہ اس کی بیوی اسے پسند کرے تو اسے بھی اس کام کے لئے محنت کرنا ہوگی کیونکہ محبت ہمیشہ محنت اور کوشش کی محتاج ہوتی ہے۔

محبت اسی صورت میں باقی رہے گی کہ جب میاں بیوی دونوں ایک دوسرے کے حقوق اور اپنی حدود کا خیال رکھیں اور اس سے تجاوز نہ کریں۔ یعنی حقیقت میں یہ دونوں کہ جو زندگی میں ایک دوسرے کے شریک ہیں اور ایک ساتھ زندگی گزارتے ہیں، اس بات کی کوشش کریں کہ ایک دوسرے کے ذہن وقلب میں اپنا ایک مقام بنائیں اور ایک دوسرے کے دل میں نفوذ کریں۔ یہ وہی معنوی نفوذ اور میاں بیوی کے درمیان قلبی رابطہ ہے جسے اسلامی حقوق بیان کرتے ہیں۔

اگر آپ کی خواہش ہے کہ یہ محبت امر ہو جائے تو بجائے یہ کہ آپ سامنے والے سے یہ توقع رکھیں کہ وہ آپ سے محبت کرے، آپ اپنے دل سے چاہیں کہ آپ اس پر اپنی محبت زیادہ نچھاور کریں تو خود بخود اس کی آپ سے محبت زیادہ ہو جائے گی (کیونکہ محبت فطری طور پر محبت کی پیدائش کا سبب بنتی ہے)۔

حقیقی عشق اور ہے اور شہوت پرستی کچھ اور!

آج کی دنیا میں محبت کی بری تعریف پیش کی جاتی ہے۔ یہ عشق جسے بیان کیا جاتا ہے، یہ سچی محبت وعشق نہیں ہے۔ یہ وہ جنسی خواہشات اور شہوت پرستی ہے کہ جسے یہ لوگ ایک خاص شکل

میں ظاہر کرتے ہیں۔ممکن ہے کہ یہ غیر واقعی عشق ومحبت ، حقیقی عشق ومحبت کی جگہ نظر آئے مگر اس کی کوئی قدر و قیمت نہیں ہے ۔وہ عشق ومحبت جو قابل قدر اور ذی قیمت ہے وہ رشتہ ازدواج میں منسلک ہونے والے لڑکے اورلڑکی کے درمیان خدا کی پسندیدہ، سچی اور گہری محبت ہے جو ایک دوسرے کی نسبت احساس ذمے داری کے ہمراہ ہوتی ہے۔ وہ یہ بات اچھی طرح جان لیں کہ اب اس نکاح اورازدواجی زندگی کے بعدایک جان دوقالب اورایک ہی منزل کے راہی ہیں اوریہی وہ محبت ہے کہ جس کی بنیاد پرایک گھرانہ تعمیر کیا جاتا ہے۔

وہ عشق ومحبت جوانسانیت سے میل نہیں کھاتی اورظاہری چیزوں اورجلدختم ہونے والی شہوت سے مربوط ہے،اس کی کوئی مظبوط اور مستحکم بنیادنہیں ہوتی ہے۔لیکن وہ محبت کہ جوانسانی و بشری اساس پر قائم ہے اور جسے خداوندمتعال نے انسانی قلب کو ودیعت کیا ہے اگر اپنی خاص شرائط کے ساتھ کہ جس کی اس اسلامی رشتے 'شادی' میں بہت زیادہ تاکید کی گئی ہے، انسانی حیات میں قدم رکھے تو یہ محبت روز بروز زیادہ ہوتی جائے گی۔

پہلاقدم:ایک دوسرے کا احترام

میاں بیوی کو چاہیے کہ اپنی بہترین مشترکہ ازدواجی زندگی کے لئے ایک دوسرے کا احترام کریں۔ یہ احترام، ظاہری اور خانہ پوری کی حدتک نہ ہو بلکہ ایک واقعی اور حقیقی احترام ہو۔(کہ جس میں ایک شریک حیات اورایک صاحب دل انسان کی عقلی اورفطری توقعات ،امیدوں،آرزووں، احساسات اورجذبات کو مدنظر رکھا جاتا ہو۔)احترام کا مطلب یہ نہیں

ہے کہ میاں بیوی ایک دوسرے کو القاب و آداب سے بلائیں بلکہ شوہر اپنی شریکہ حیات کی نسبت اور بیوی اپنے سرتاج کے لئے قلبی طور پر احترام کا احساس کرے اور اس کے احترام کو اپنے دل میں زندہ رکھے۔

آپ کو چاہیے کہ اس احترام کو اپنے دل میں محفوظ رکھیں اور ایک دوسرے کی حرمت کا خیال رکھیں ۔ یہ زندگی کو چلانے کے لئے بہت اہم چیز ہے۔اسی طرح میاں بیوی کے درمیان ایک دوسرے کی اہانت وتحقیر کا کوئی بھی عنصر موجود نہیں ہونا چاہیے۔(نہ زبانی، نہ قلبی اور نہ اشارے سے)۔

دوسرا قدم:اعتماد کی بحالی

ایک دوسرے کے دل میں محبت کو اس طرح محفوظ رکھا جا سکتا ہے کہ میاں بیوی ایک دوسرے پر اعتماد کریں اور گھر میں اعتماد کی فضا بحال کریں۔ جب گھر میں اطمینان کی فضا قائم ہوگی تو نہ صرف یہ کہ محبت بھی مستحکم ہوگی بلکہ انس والفت بھی اس پیار بھرے ماحول میں جنم لے کر گھر کی فضا میں چار چاند لگا دیں گے۔

اطمینان وہ مضبوط بنیاد ہے کہ جو محبت کو قائم رکھتی ہے۔اگر میاں بیوی کے درمیان اعتماد کی فضا ختم ہو جائے تو محبت بھی آہستہ آہستہ زندگی سے اپنا رختِ سفر باندھ لیتی ہے۔لہٰذا آپ کو چاہیے کہ ایک دوسرے پر اعتماد کریں۔

اگر آپ چاہتے ہیں کہ آپ کی شریکہ حیات یا آپ کا سرتاج آپ سے زیادہ محبت کرے تو

آپ کو چاہیے کہ آپ اس سے وفادار رہیں اور اس کے اعتماد کو بحال کریں۔ وہ چیز جو محبت کو ایک گھرانے میں مکمل طور پر نابود کر دیتی ہے وہ میاں بیوی کے درمیان بے اعتمادی ہے۔

محبت وہ قیمتی گوہر ہے کہ جس کے وجود کا انتظام اور اس کی حفاظت کا اہتمام انسانی حیات میں اشد ضروری ہے اور اس کا راستہ یہ ہے کہ بیوی، شوہر اور شوہر، بیوی پر اعتماد کرے۔ جب دونوں میں اعتماد کی فضا قائم ہوگی تو وفاداری اور اطمینان کے پروں کے ذریعے یہ گھرانہ سعادت کی طرف پرواز کرے گا اور اس گھر پر محبت بھی اپنی برکتیں زیادہ نچھاور کرے گی۔

زندگی میں (ایک دوسرے کے جسم و جاں سے) وفاداری ایک بہت اہم عنصر ہے۔ اگر ایک بیوی یہ احساس کرے کہ اس کا شوہر اس سے وفادار ہے یا شوہر یہ احساس کرے کہ اس کی بیوی وفاداری کی ایک زندہ مثال ہے تو خود یہ احساس مزید محبت کی پیدائش کا باعث بنتا ہے۔ جب محبت وجود میں آتی ہے تو گھر کی بنیادیں بھی مضبوط ہو جاتی ہیں، ایسی مضبوط بنیاد کہ جو سالہا سال قائم رہتی ہے۔

لیکن اگر میاں بیوی یہ احساس کریں کہ اس کی بیوی یا میاں کا دل کسی اور سے لگا ہوا ہے یا وہ یہ احساس کرے کہ وہ سچ نہیں بولتا یا منافقت سے کام لیتا یا لیتی ہے یا وہ احساس کریں کہ ان کے درمیان اعتماد نہیں ہے تو دونوں کے درمیان کتنی ہی محبت کیوں نہ ہو وہ محبت کمزور ہو جائے گی۔

وفاداری کرو تاکہ قابل اعتماد بنو!

محبت کرنا وہ امر ہے کہ اس (مشترکہ زندگی کی) راہ کی ابتدا میں خداوندِ عالم نے آپ کو جس کا

حکم دیا ہے اور یہ وہ سرمایہ ہے کہ جسے خداند مہربان، مشترکہ ازدواجی زندگی کی ابتدا میں لڑکے لڑکی کو ہدیہ کرتا ہے اور یوں ازدوجی سفر کے راہی آپس میں محبت کرتے ہیں۔ لہٰذا اِس کی حفاظت کرنی چاہیے۔ آپ کی زوجہ یا شوہر کی آپ سے محبت، آپ کے عمل سے وابستہ ہے۔ اگر آپ کی خواہش ہے کہ آپ کے شریک حیات کی محبت آپ کے لئے باقی رہے تو آپ اس سے محبت آمیز برتاو کریں۔ یہاں معلوم ہوتا ہے کہ انسان کیا کام انجام دے تاکہ اس کی محبت رنگ لائے؟ پس آپ کو چاہیے کہ زندگی کے ہر لمحے میں وفاداری کا ثبوت دیں۔ سامنے والے کو اپنی امانت داری کا یقین دلائیں، اپنی سچائی اور خلوصِ نیت کو اس پر واضح کریں، سامنے والے سے بے جا توقعات نہ رکھیں، اس سے تعاون اور اظہارِ محبت کریں۔ یہی وہ چیزیں ہیں کہ جو محبت کی ایجاد کا باعث بنتی ہیں اور یہ دونوں کی ذمہ داری ہے۔ محبت اور تعاون کو زندگی میں ہر حال میں موجود ہونا چاہیے۔ ایسا نہ ہو کہ بے جا قسم کی اُمیدیں وابستہ رکھنے اور بات بات پر کیڑے نکالنے سے آپ کی زندگی اجیرن ہو جائے۔

اعتماد کسی کے کہنے سے نہیں ہوتا!

اعتماد وہ چیز نہیں ہے جو کسی کے کہنے سے ہو جائے کہ آؤ تم مجھ پر اعتماد کرو اور میں تم پر اعتماد کرتا ہوں، ایسا ہرگز نہیں ہے!

اعتماد وہ چیز ہے جو ایک دوسرے کو دینا اور اس کا یقین کرنا چاہیے یعنی اچھے عمل، اخلاق و آداب کی رعایت کرنے اور شرعی حدود اور اسلامی اقدار کا خیال رکھنے سے۔

اگر گھر کی فضا میں بے اعتمادی کے سیاہ بادل چھا جائیں تو گھر، محبت کے اجالے سے محروم ہو جاتا ہے۔لہٰذا یہ آپ کا وظیفہ ہے کہ آپ بے اعتمادی کو گھر میں اپنے منحوس قدم نہ رکھنے دیں۔ بے وفائی بدن میں پوشیدہ سرطان کی مانند محبت کو کھا کر ختم کر دیتی ہے۔

اگر میاں یا بیوی یہ احساس کرے کہ اس کی بیوی یا شوہر اس سے جھوٹ بول رہا ہے تو زندگی میں اس احساس کے آتے ہی سچی محبت رخصت ہو جائے گی۔یہی وہ چیز ہے کہ جو محبت کی بنیادوں کو کمزور بناتی ہے۔اگر آپ چاہتے ہیں کہ محبت کی فضا قائم رہے تو اپنے درمیان اعتماد کی حفاظت کریں اور اگر آپ کی خواہش ہے کہ آپ کی پیار بھری زندگی پائیدار ہو تو محبت کو کسی بھی صورت میں اپنے درمیان سے جانے نہ دیں۔

محبت کے دریا میں کدورتوں کو غرق کر دیں

میاں بیوی کو آپس میں محبت آمیز سلوک اختیار کرنا چاہیے، بس یہی مطلوب ہے! وہ کام جو محبت میں کمی کا باعث بنتے ہیں انہیں ہرگز انجام نہ دیں۔ایسا کوئی کام نہ کریں کہ جو آپ کو ایک دوسرے سے گلا مند اور بیزار کرتے ہیں۔یہ آپ کی ذمہ داری ہے کہ یہ دیکھیں کہ آپ کی بیوی یا شوہر کن چیزوں پر بہت حساس ہے اور کن کاموں پر اس کا مزاج جلدی بگڑ جاتا ہے تو ان چیزوں سے آپ پر اجتناب ضروری ہوگا۔بہت سے ایسے لوگ ہیں جو ان مسائل سے بہت لا پرواہی برتتے ہیں مثلاً بیوی کو اپنے شوہر کی ایک عادت بری لگتی ہے اور اس کے شوہر کو اس بات کی کوئی پرواہ نہیں ہے کہ اس کی فلاں عادت اس کی شریکہ حیات کو بری لگتی

ہے اور وہ اسے بار بار انجام دیتا ہے، یہ بہت بری بات ہے۔

اسی طرح بہت سی خواتین بھی ہیں کہ جو مثلاً اپنی اس بات کہ ''میرے لئے فلاں چیز خرید و یا مجھے فلاں جگہ لے چلو'' جیسی خواہشات کی چھری کے ذریعے شوہر کے راحت و آرام کو ذبح کر دیتی ہیں۔ آخران کاموں کی کیا ضرورت ہے؟ آپ دونوں ہی اصل ہیں اور بقیہ پوری دنیا کا درجہ آپ کے بعد ہے۔ آپ ایک دوسرے کے وجود کو اپنے لئے ضروری سمجھیں اور ایک دوسرے سے مہربانی کا سلوک کریں۔

اگر ایک وقت خدانخواستہ آپ کے میاں یا بیوی کے کسی عمل سے آپ کے دل میں کدورت کا میل آجائے تو اسے فوراً اپنی محبت کے بحر بیکراں میں غرق کر دیں۔ ایسا نہ ہو کہ آپ ایک چھوٹی سی بات کا بتنگڑ بنا کر اسے خوب اچھالیں۔ ایسا ہرگز نہ کریں۔ اگر میاں بیوی ایک دوسرے کے احساسات و جذبات کی نسبت لا پرواہ اور بے توجہ ہوں اور کسی ایک کی چاہت و محبت میں کمی آجائے تو یہ کمی دوسرے میں بھی سرائیت کر جائے گی کیونکہ ایک دوسرے سے بے رغبتی ایک وبائی مرض ہے جو دوسروں میں بھی سرائیت کرتا ہے۔ آپ کی ذمہ داری ہے کہ آپ ایسا کوئی موقع نہ آنے دیں اور اس کے لئے دونوں کو مل جل کر باہمی افہام و تفہیم اور محنت سے کوشش کرنی چاہیے اور یہی زندگی کی اصل بنیاد ہے۔

گھر کے بڑے بھی مدد کریں

اچھی زندگی گزارنے کے لئے گھر کے بڑوں کو نوجوان شادی شادہ جوڑوں اور زندگی کے نئے ہمسفروں کی ہدایت کرنی چاہیے۔لیکن اس بات کی طرف بھی ان کی توجہ رہے کہ وہ ان کی زندگی کے چھوٹے چھوٹے اموراور جزئیات میں بہت زیادہ مداخلت نہ کریں کہ زندگی ان کے لئے مشکل ہوجائے۔

ایسا نہ ہو کہ بعض افراد اپنی بے جامداخلت، کم توجہی اور اپنے چھوٹی ذہنیت کی وجہ سے ایک زندگی کی مستحکم بنیادوں کو متزلزل کردیں ١۔اگر وہ یہ دیکھیں کہ ان کی مداخلت سے میاں بیوی کے دل ایک دوسرے سے متنفر ہورہے ہیں تو انہیں چاہیے کہ اپنی دخل اندازی بند کردیں۔

گھر اور خاندان کے بڑے اور بزرگ اگر یہ چاہتے ہیں کہ ازدوجی سفر کے یہ دوراہی آرام و چین کی زندگی بسر کریں تو وہ انہیں نصیحت اور ہدایت کریں لیکن مداخلت نہ کریں اور انہیں خود ان کی منصوبہ بندی کے مطابق زندگی گزارنے دیں۔

مبادا گھر کے بزرگ افراد میاں یا بیوی کے پاس آئیں اور اس کی بیوی یا میاں کی برائی کریں اور کوئی ایسی بات کہیں کہ جس سے ان کے دل میں نفرت جنم لے،نہیں! بلکہ انہیں چاہیے کہ دونوں کو ایک دوسرے سے نزدیک اور ان کے دلوں کو پہلے سے زیادہ ایک دوسرے سے متصل ومربوط کریں۔

دلوں میں محبت پیدا کرنے میں والدین بہت کلیدی کردار ادا کرتے ہیں ۔میاں بیوی کے

والدین کا تمام ہم وغم اور فکر یہ ہونی چاہیے کہ میاں بیوی کو ایک دوسرے کی نسبت محبت کرنے والا بنائیں۔ اگر وہ اپنی اولاد کی ازدواجی زندگی میں اس کے شوہر یا بیوی کی طرف سے کسی ایسی چیز کا مشاہدہ کریں کہ جو ان کے لئے اچھی نہ ہو تو اسے اپنی اولاد سے بیان نہ کریں۔ بلکہ انہیں اس بات کا موقع دیں یہ دونوں روز بروز ایک دوسرے کے عاشق اور ایک دوسرے سے مانوس ہو جائیں۔

والدین اس بات کی سعی کریں کہ رشتہ ازدواج میں منسلک ہونے والے اور ایک دوسرے کے میاں بیوی بننے والے اپنے بچوں کو محبت کے لئے آزاد فضا فراہم کریں۔ ممکن ہے کہ میاں بیوی کسی بات پر آپس میں ناراض ہو جائیں تو والدین چونکہ گھر کے بڑے اور تجربہ کار ہیں، اس بات کا موقع نہ آنے دیں کہ میاں بیوی کی آپس میں ناراضگی ان کی ایک دوسرے سے بے حسی اور بے توجہی میں تبدیل ہو جائے۔

----

۱ بعض والدین یا گھر کے بزرگ حضرات ہمدردی یا نادانی کی وجہ سے میاں بیوی کو ہر وقت بے جا نصیحتیں کرتے رہتے ہیں۔ اُن کی خواہش ہوتی ہے کہ وہ اپنے بچوں کو خوش بخت بنائیں۔ لیکن اگر یہی نصیحت و راہنمائی عقلمندی کے ساتھ نہ ہو تو یہی نصیحت و ہدایت میاں بیوی کے لیے وبال جان بن جاتی ہے۔ والدین کو چاہیے کہ وہ عقلمندی کے ساتھ میاں بیوی کی زندگی کی شراکت اور حساسیت کو درک کرتے ہوئے اور انہیں نصیحت و راہنمائی کریں تا کہ یہ سب ان کی زندگی میں دخل اندازی نہ ہو بلکہ ان کی زندگی کے لیے مشعلِ راہ ثابت ہو۔ (مترجم)

کامیاب ازدواجي زندگي کے سنہرے اصول

تیسرا مرحلہ

کاموں کي تقسیم کا فن

دریچہ

دونو جوان لڑکے اور لڑکی اپنی مادی

اور معنوی زندگی کے کمال کے مشترک ہدف

اور خدا کے عطا کردہ سرمایہ عشق کے ساتھ

اپنی نئی زندگی کے آغاز کے لئے تیار ہوتے ہیں۔

خداوند حکیم نے میاں بیوی کو ایک دوسرے کے وجود کی تکمیل کا ذریعہ قرار دیا ہے

اور انہیں زندگی کے میدانِ نبرد کی مختلف

اور گوں ناگوں ضرورتوں کے تناسب کے ساتھ

ایک دوسرے سے متفاوت تخلیق کیا ہے۔

ایک خوشحال و آباد اور کامیاب گھرانے کی تشکیل اور ایک میٹھی زندگی میں

کاموں کی تقسیم کا فن بہت زیادہ اہمیت کا حامل ہے۔
ان دونوں میں ہر ایک کو چاہیے کہ
اپنی طاقت وقدرت کے مطابق ایک ''بارِ حیات'' کو اُٹھالے
اور ساتھ ہی وہ زندگی میں
اپنے شریک حیات کے اہم اور حساس نوعیت کے کردار کی مدد کے لیے
اپنے کردار کی اہمیت پر بھی ایمان رکھتا ہو۔
وہ جو بھی کام اپنے ذمے لے
اُسے اپنی پوری سنجیدگی اور سلیقہ مندی سے انجام دے۔
اِس کے ساتھ ساتھ
اپنے ''ہمراہ وہمسفر'' کے کردار کو
حقیقی رنگ دینے کے لئے اس کی مدد کرے۔
کاموں کی تقسیم،
گھر میں خاتون کے خاص کردار، گھریلو امور کو چلانے،
ان کی اہمیت اور گھر سے باہر ان کی فعالیت اور کام سے متعلق
مختلف نظریات اور بے شمار سوالات
ذہن میں ابھرتے ہیں۔
اس نئی راہ فعالیت کے ابہامات کو دور کرنے کے لیے

اِس ''مرشد''

کی پرمغز باتیں اور نکات

بہت موثر ہیں۔

کاموں کي تقسيم

جب دو انسان کسی ایک کام میں شریک ہوتے ہیں اور رشتہ ازدواج میں منسلک ہوکر اپنی مشترکہ زندگی کا آغاز کرتے ہیں تو بہت سی ایسی ذمے داریاں ہیں جو ان کے درمیان مشترک ہوتی ہیں جو گھر کی گاڑی چلانے اور مختلف قسم کی مدد و اعانت سے عبارت ہیں اور جو گھر کو خوشحال آباد بنانے میں بہت موثر کردار ادا کرتی ہیں لٰہذا دونوں کو چاہیے کہ اِس سلسلے میں ایک دوسرے کی مدد کریں۔

یہ کام دونوں کے درمیان مشترک ہیں لیکن ان کاموں کو تقسیم ہونا چاہیے۔کبھی کبھی یہ دیکھنے میں آتا ہے کہ میاں بیوی اپنے کاموں کو تقسیم نہیں کرتے ہیں لیکن بہتر یہ ہے کہ کاموں کو اس طرح تقسیم کیا جائے کہ بعض کاموں کو مرد اور بعض کاموں کو بیوی انجام دے بالکل دوسرے کاموں میں مدد و تعاون کی طرح۔

ایک اچھا گھر وہی ہے جہاں میاں بیوی ایک دوسرے کی مدد کریں اور ایک دوسرے کا ہاتھ بٹائیں۔اگر شوہر کسی مشکل یا بُرے حالات کا شکار ہو تو بیوی کو چاہیے کہ وہ اس کی پریشانی کا بوجھ ہلکا کرے۔یا اگر گھر کے کاموں میں یا اپنے دیگر امور میں بیوی کو دشواری کا سامنا ہو تو

شوہر کو اس کی دشواری کو دور کرنے میں پوری کوشش کرنی چاہیے۔ دونوں کو چاہیے کہ ایک دوسرے کے مستقبل کی مثبت تعمیر کے لئے خود کو شریک قرار دیں اور ان تمام کاموں کو خدا کے لئے انجام دیں۔

ایک دوسرے کو روحی طور پر مضبوط بنائیے

ایک دوسرے کی مدد کے معنی یہ نہیں ہیں کہ میاں بیوی ایک دوسرے کے کام انجام دینے لگیں، نہیں! بلکہ انہیں چاہیے کہ ایک دوسرے کی ہمت بندھائیں اور روحی و باطنی طور پر ایک دوسرے کو مضبوط کریں۔ چونکہ مرد حضرات معاشرے میں معمولاً مشکل اور سخت کاموں کو انجام دیتے ہیں لہٰذا خواتین کو چاہیے کہ وہ ان کے حوصلوں کو بلند کریں، ان کے جسم و جان سے خستگی اور تھکاوٹ کو دور کریں، تبسم سے ان کا استقبال کریں اور مسکراتے لبوں کے ساتھ ان کی خوشی کا انتظام کریں۔ اگر خواتین گھر سے باہر کسی کام کو انجام دیتی ہیں تو مردوں کو چاہیے کہ ان کی مدد کریں اور ان کی مضبوط پناہ گاہ بنیں۔

مدد اور تعاون سے مراد روحی مدد اور ایک دوسرے کے حوصلوں اور ہمتوں کو بلند کرنا ہے۔ بیوی کو چاہیے کہ وہ اپنے شوہر کی ضرورتوں، اندرون اور بیرونِ خانہ اس کی فعالیت اور اس کی جسمانی اور فکری حالت کو درک کرے۔ ایسا نہ ہو کہ بیوی کے کسی فعل سے مرد اپنے اوپر نفسیاتی دباو اور شرماشرمی محسوس کرے۔ شریکہ حیات کو چاہیے کہ وہ کوئی ایسا کام انجام نہ دے کہ جس سے اس کا شوہر زندگی سے مکمل طور پر ناامید اور مایوس ہو جائے اور خدانخواستہ غلط

راستوں اور عزت و ناموس کو زک پہنچانے والی راہوں پر قدم اُٹھالے۔

زندگی کے ہر گام اور ہر موڑ پر ساتھ دینے والی شریکہ حیات کا فرض ہے کہ وہ اپنے شوہر کو زندگی کے مختلف شعبوں میں استقامت اور ثابت قدمی کے لئے شوق و رغبت دلائے۔ اگر اس کی نوکری اس طرح کی ہے کہ وہ اپنے گھر کو چلانے میں اپنا مناسب وصحیح کردار ادا نہیں کر پا رہا ہے تو اس پر احسان نہ جتائے اور اسے طعنے نہ دے۔ یہ بہت اہم باتیں ہیں۔ یہ ہیں خواتین کے وظائف۔ اسی طرح شوہر کی بھی ذمے داریاں ہیں کہ وہ بیوی کی ضرورتوں کا خیال رکھے، اس کے احساسات کو سمجھے اور کسی بھی حال میں اس کے حال سے غافل نہ ہو۔

کامیابی کے لئے راہ ہموار کریں

اگر شوہر یہ دیکھے کہ اس کی بیوی اپنے اسلامی فرائض کی انجام دہی کے لئے ایک نیک قدم اٹھانا چاہتی ہے تو اسے چاہیے کہ اس کام کے وسائل اسے فراہم کرے اور اس کی راہ میں مانع نہ بنے۔ بعض لڑکیاں ہیں کہ جو شادی کے بعد بھی تحصیلِ علم اور درسِ دین کو حاصل کرنا چاہتی ہیں۔ ان کی خواہش ہوتی ہے کہ قرآنی تعلیمات سے آشنا ہوں، کارِ خیر انجام دیں اور بعض خیر وبھلائی کے کاموں میں شرکت کریں لیکن ان کے شوہر کبھی کبھی ان کی خواہشات کے جواب میں بداخلاقی کا مظاہرہ کرتے ہیں کہ ''ہم میں ان کاموں کو برداشت کرنے کا حوصلہ نہیں ہے!''، ''ہم نے شادی اس لئے کی ہے کہ زندگی گزاریں نہ کہ یہ جھمیلے پالیں'' اور یوں اپنی بیویوں کو کارہائے خیر انجام دینے سے روکتے ہیں۔ اس طرح بہت سے مرد ہیں کہ جو

صدقات وخیرات دینا چاہتے ہیں تاکہ مختلف اجتماعی کاموں میں شریک ہوں لیکن ان کی بیویاں ان کی راہ میں رکاوٹ بن جاتی ہیں۔

خواتین کي اجتماعي فعاليت اور نوکري کے لئے اہم ترين شرط

بہت سے افراد ہم سے سوال کرتے ہیں کہ کیا آپ اس بات کے موافق ہیں کہ خواتین گھر سے باہر کام یا نوکری کریں؟ ہم یہی کہتے ہیں کہ یقینا ہم خواتین کے بیکار بیٹھے رہنے کے مخالف ہیں۔عورت کو ہر حال میں کام کرنا چاہیے، البتہ کام دو قسم کے ہیں ایک گھر کے اندر کا کام اور دوسرا گھر کے باہر کا لیکن دونوں کام ہیں۔اگر کسی میں اس چیز کی صلاحیت ہے کہ وہ گھر سے باہر کے کاموں کو انجام دے تو اسے یہ قدم ضرور اٹھانا چاہیے اور یہ بہت اچھا ہے ۔لیکن اس کی شرط ہے کہ جو بھی ملازمت اور کام اختیار کیا جائے وہ خواہ گھر کے اندر ہی کیوں نہ ہو میاں بیوی کے آپس کے تعلقات اور رشتے کو کوئی نقصان نہیں پہنچائے۔

بہت سی خواتین ہیں کہ جو صبح سے شام تک کاموں میں جُتی رہتی ہیں اور جب شام کو تھکا ہارا اور شریکہ حیات کی محبت کا پیاسہ شوہر گھر لوٹتا ہے تو ان خواتین میں ایک مسکراہٹ سے بھی اپنے شوہروں کے استقبال کرنے کا حوصلہ نہیں رہتا۔یہ بہت بری بات ہے۔گھر کے کام کاج کو انجام دینا چاہیے مگر اتنا نہیں کہ یہ کام گھر کی بنیاد ہی کو خراب کردے اور ایسا نہ ہو کہ بقول معروف ''گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے۔''

بیوی اگر چاہتی ہے کہ وہ باہر جا کر کام اور ملازمت کرے تو اس میں کوئی عیب نہیں ہے اور اسلام بھی اس کی راہ میں رُکاوٹ نہیں بنتا لیکن یہ نہ اس کی ذمہ داری ہے اور نہ اس کا وظیفہ! جو چیز اس پر واجب ہے وہ گھر کے تمام افراد کے لئے اس کی حیات بخش فضا کی حفاظت کرنا ہے۔

کارہائے خیر کی انجام دہی کے لئے ایک دوسرے کو ترغیب دلانا

یہ آپ میاں بیوی کی ذمہ داری ہے کہ ایک دوسرے کے تمام جزوی اور کلی حالات اور اوضاع کا خیال رکھیں، ایک دوسرے کی مدد کریں اور ایک دوسرے کے یار و مددگار بنیں خصوصاً راہِ خدا اور فرائض و واجبات کی انجام دہی میں۔

اگر شوہر راہِ خدا میں قدم اٹھانا چاہتا ہے تو بیوی مدد کرے اور اگر بیوی کسی وظیفے اور واجب کام کو انجام دینا چاہتی ہے تو شوہر اس کا مددگار بنے۔ یہ دونوں کی ذمہ داری ہے کہ راہِ خدا میں جدوجہد کریں اور ایک دوسرے سے مکمل تعاون کریں۔

اگر گھر کا مرد علمی میدان یا قومی مسائل اور ملی و اجتماعی تنظیموں میں سرگرم عمل ہے تو بیوی کو چاہیے کہ اس کی مدد کرے تا کہ وہ اپنے کاموں کو با آسانی انجام دے سکے۔ اسطرح مرد حضرات کی بھی یہ ذمے داری ہے کہ وہ گھر کی خواتین کو یہ موقع دیں کہ وہ بھی روحانیت و معنویت کی راہ میں قدم اٹھائیں۔ اگر وہ تحصیل علم کی خواہش مند ہیں تو اپنی اس خواہش کو

بآسانی عملی جامہ پہنا سکیں اور اگر وہ اجتماعی کاموں میں حصہ لینا چاہتی ہیں تو وہ بغیر کسی مشکل کے اس میدان میں وارد ہو سکیں۔

زندگی کے ان ہمراہیوں کی کوشش ہونی چاہیے کہ وہ ایک دوسرے کی راہ خدا کی طرف راہنمائی و ہدایت کریں، صراط مستقیم پر قدم اٹھانے اور اس پر ثابت قدم رہنے کی تاکید اور کوشش کریں۔ تَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ (حق بات کی نصیحت اور صبر کی تلقین) کو ہمیشہ مد نظر رکھیں کہ جو مسلمان ہونے کا خاصہ اور ایمان کی علامت ہے۔

اپنے خدائی ہدف کے حصول کی خواہشمند میاں بیوی کو چاہیے کہ ایک دوسرے کے دیندار ہونے اور تقویٰ کا خیال رکھنے کیلئے ایک دوسرے کے ہاتھوں کو تھامیں۔ شوہر کی کوشش یہ ہو کہ اس کی بیوی دیندار ہو اور زندگی کے ہر لمحے میں تقویٰ کا خیال رکھے۔ اسی طرح عورت بھی اپنے شوہر کی مددگار بنے تا کہ وہ اپنے دین کی بنیادوں کو مستحکم بنائے، پاکدامن رہے اور تقویٰ کے سائے میں اپنی زندگی گزارے۔

یہاں بیوی کی مدد سے مراد صرف گھر کے کاموں میں ہاتھ بٹانا، برتن دھونا اور گھر کی صفائی وغیرہ میں اس کی مدد کرنا نہیں ہے۔ صحیح ہے کہ یہ بھی بیوی کی مدد ہے لیکن بیوی کی مدد سے مراد زیادہ تر روحی طور پر اسے مضبوط بنانا اور اُس کی اِس طرح فکری اور معنوی مدد کرنا ہے کہ دونوں راہِ اسلام پر کاربند اور ثابت قدم رہیں۔ ایک دوسرے کو تقویٰ، صبر، دینداری، حیا، عفت، قناعت اور سادی زندگی جیسے دیگر اہم امورِ زندگی کی تلقین و نصیحت کریں اور اس راہ میں ایک دوسرے کی دستگیری کریں تا کہ زندگی کو بہترین طریقے سے گزار سکیں، انشائَ اللہ۔

غمخواری ہی حقیقی مدد ہے!

دوسرے کی واقعی مدد یہ ہے کہ دو انسان ایک دوسرے کے دل سے غموں کے بوجھ کو ہلکا کریں ۔اگر دونوں میں سے کوئی بھی زندگی میں کسی مشکل میں گرفتار ہو اور مصیبتیں اس کے دل پر حملہ آور ہوں یا وہ کسی مسلئے میں ابہام و تردید کا شکار ہوں ہو تو یہاں میاں بیوی میں سے دونوں کو چاہیے کہ اس حساس موقع پر اپنی شریکہ حیات یا شوہر کی مدد کیلئے جلدی کرے، اس کے دل سے غم کا بوجھ ہٹادے اور اس کی غلطی اور اشتباہ کو دور کر کے اس کی رہنمائی کرے۔اگر وہ اس بات کا مشاہدہ کرے کہ اس کا ساتھی کسی خطا کا مرتکب ہو رہا ہے تو اسے متنبہ کرے اور اسے روکے۔

سلیقہ مند بیوی کی مدیریت کی اہمیت

خواتین کی گھریلو ذمہ داریوں کی اہمیت، بیرونی وظائف اور ذمے داریوں سے نہ تو کسی بھی صورت میں کم ہیں اور نہ ہی ان کی زحمت و سختی کا موازنہ کیا جا سکتا ہے۔شاید ان کی گھریلو ذمے داریوں کی زحمت و سختی زیادہ ہی ہو اور وہ بھی اس لیے کہ وہ ایک گھریلو ماحول کی نگہبان ہیں جس کیلئے بہت محنت اور جدوجہد کی ضرورت ہوتی ہے چونکہ خواتین گھر کے اندرونی معاملات کی مدیر (منیجر) اور وزیر داخلہ کا درجہ رکھتی ہیں۔سلیقہ مند خاتون ہی ہے جو گھر کے ایک اہم اور حساس نوعیت کے ادارے کو چلا سکتی ہے۔یعنی وہ جو خاندان اور گھر کے ماحول

پر کڑی نگاہ رکھتی ہو اور گھر کا نظم و نسق دراصل اس کی نظارت، تدبیر اور مدیریت و مینجمنٹ سے وابستہ ہو اور یہ بہت دِقّت طلب، سخت اور زحمت والا کام ہے کہ جو بہت ظرافت کا محتاج ہوتا ہے۔ یہ کام صرف اور صرف خواتین کے نرم و نازک احساسات، لطیف مزاج اور ان کی محبت سے لبریز نسوانی صفات ہی کے ذریعے سے انجام پا سکتا ہے۔ کسی مرد کیلئے اس بات کا کوئی امکان نہیں ہے کہ نرم و نازک اور ظریف احساسات کا خیال رکھتے ہوئے گھر کو چلائے۔

کچھ لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ بیوی تو گھر میں بیکار بیٹھی رہتی ہے، ہرگز نہیں! ایک خاتون گھر کی چار دیواری میں بہت زیادہ، سخت ترین اور ظریف ترین کاموں کو انجام دیتی ہے۔ کچھ لوگ اس طرح سوچتے ہیں کہ اگر ایک خاتون کا کام صرف انہی گھریلو کاموں کو انجام دینا ہے تو یہ ایک عورت کی اہانت ہے، نہیں! اس میں خاتون کی ہرگز کوئی تحقیر نہیں ہے۔ ایک خاتون کا سب سے اہم کام یہ ہے وہ ایک زندگی کو ہنستا مسکراتا، شاد آباد اور خوش و خرم رکھے۔

بچوں کی پرورش، بہت بڑا ہنر ہے

بہت سے گھریلو کام بہت سخت ہوتے ہیں کہ جن میں سے ایک بچوں کی پرورش اور تربیت ہے۔ آپ جس کام کو بھی مدِّ نظر رکھیں کہ جو بہت دشوار ہو لیکن وہ بچوں کی پرورش کے مقابلے میں آسان ہوگا۔ بچوں کی پرورش دراصل ایک بہت بڑا ہنر ہے۔ مرد حضرات ایک دن بھی یہ کام انجام نہیں دے سکتے لیکن خواتین بہت توجہ، سنجیدگی، ہمت و حوصلے اور ظرافت سے یہ

بڑا کام انجام دیتی ہیں اور خداوند عالم نے اُن کی طبیعت و مزاج میں اس بات کی صلاحیت رکھی ہے۔ لیکن حقیقت تو یہ ہے کہ بچوں کی پرورش وہ سخت کام ہے جو انسان کو تھکا دیتا اور اسے خستہ حال کر دیتا ہے۔

نوکری اور گھریلو زندگی کو خوشحال بنانا

وہ نوجوان جو راہِ خدا میں کاموں میں مشغول ہیں وہ رشتہ ازدواج میں منسلک ہونے کی وجہ سے اپنے کاموں اور فعالیت کو متوقف نہ کریں۔ ہم مرد حضرات کو ہمیشہ اس بات کی تاکید کرتے ہیں کہ وہ اپنے کام کاج، تجارت (بزنس) اور نوکری میں وقت دینے اور سر کھپانے کی وجہ سے اپنی گھریلو زندگی اور خاندانی نظام کو خراب نہ کریں۔ کیونکہ بعض مرد ایسے ہیں جو علی الصبح گھر سے نکلتے ہیں اور رات گئے گھر لوٹتے ہیں، یہ روش درست نہیں ہے۔ جن لوگوں کے لیے اس بات کا امکان ہے ہم انہیں تاکید کرتے ہیں کہ وہ دوپہر کے وقت گھر جائیں اور اپنے بیوی بچوں کے درمیان رہ کر اپنی کھوئی ہوئی توانائی بحال کریں، گھر کی گرم اور پُرمحبت فضا میں اُن کے ساتھ کھانا کھائیں، کم و بیش ایک گھنٹہ اُن کے ساتھ رہیں اور اُس کے بعد اپنے کام کی طرف لوٹ آئیں۔ اس کے بعد ایک مناسب وقت یعنی اوّل شب میں گھر جائیں اور بچوں کے سونے سے قبل اُن سے ملاقات کریں اور گھر کے تمام افراد مل کر ایک اجتماعی ملاقات تشکیل دیں۔

عورت، مرد سے زیادہ مضبوط اور قوي ہے!

وہ مرد حضرات جو تنومند، صحت مند جسم، کندھوں اور بازوؤں کے اُبھرے ہوئے عضلات کے مالک ہیں وہ جسم کی اِس ظاہری خوبصورتی کے مالک ہیں اور اُن کا جسم مضبوط بھی ہے۔ لیکن گھریلو زندگی کی پیچیدگیوں میں ذہنی کارکردگی، احساسات، ہمدردی اور مہربانی کے لحاظ سے عورت، مرد سے زیادہ قوی اور مضبوط ہے۔ اُس کی قوت برداشت اور تحمل کی قدرت بھی زیادہ ہوتی ہے اور وہ زندگی کے راستوں سے بھی اچھی طرح واقف ہے۔ عورت کا مزاج اسی طرح کا ہے اور خواتین کی اکثریت بھی اسی طرح کی ہے۔ البتہ ممکن ہے کہ بعض خواتین ایسی نہ ہوں۔ غرضیکہ خواتین اُس میدان میں کامیاب ہوسکتی ہیں کہ جہاں بڑے بڑے سورما اور دلیر مرد ہار جاتے ہیں۔ صرف تھوڑے سے تحمل و برداشت، تھوڑی سی خوش اخلاقی اور مختلف طریقہ کار کے ذریعے وہ مرد حضرات کو اس جگہ لاسکتی ہیں کہ جو مقام اُن کے لائق وشائستہ ہے تاکہ اُن کی زندگی پہلے سے زیادہ میٹھی اور شیریں ہوجائے۔

حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کي پيروي کيجئے

آپ حضرت فاطمہ کی شادی کے مراسم اور اُس کے بعد کی اُن کی ازدواجی زندگی اور اُن کی سادہ، فقیرانہ اور زاہدانہ زندگی کے لحاظ سے حضرت فاطمہ کو دیکھئے۔ آپ کا وہ سادہ سا کمرہ اور اس کی وہ سادہ سی چٹائی کہ جسے آپ سب نے بارہا سنا ہے۔ گھر کے اندر آپ کی محنت و مشقت، حضرت امیر المومنینؑ جیسے عظیم، فعّال محنت طلب اور مجاہد شوہر کی زندگی اور اُن کے

چھوٹے سے گھر میں تمام سختیوں پر آپ کا صبر و شکر اور محنت واقعاً قابلِ دید ہے۔ حضرت زہرا سلام اللہ علیہا تمام زندگی کام اور فعالیت میں مشغول رہیں۔ یعنی جہاں بھی جنگ ہوتی علی ابن ابی طالبؑ سب سے آگے آگے ہوتے اور جہاں بھی کوئی اہم کام ہوتا سب سے پہلے علی ابن ابی طالبؑ ہی قدم اٹھاتے۔ (یہ ہے امیر المومنینؑ کی مصروف زندگی)۔ تقریباً نو دس سال حضرت زہراؑ نے امیر المومنینؑ کے ساتھ باہم زندگی گزاری ہے۔ آپ توجہ فرمائیے کہ ان نو دس سالوں میں یہ نوجوان شوہر اپنے بیوی بچوں کی ایک عام انسان کی مانند کتنی خدمت کر سکا ہے؟ ایک ایسی مصروف زندگی میں تمام مشکلات، سختیوں اور فقر و فاقے پر صبر کرنا، بڑے جہاد کو انجام دینا، بچوں کی بہترین تربیت اور وہ تمام ایثار و فداکاری جو حضرت زہراؑ نے انجام دیں اور جن میں سے آپ نے کچھ واقعات کو سُنا ہے، یہ سب ہمارے لیے مشعلِ راہ ہیں۔ ہماری دُلہنوں کو چاہیے کہ حضرت فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا کو اپنے لیے مثالی نمونہ اور زندگی کا اُسوہ قرار دیں۔ اسی طرح دولہا حضرات کو بھی چاہیے کہ وہ حضرت فاطمہؑ اور امیر المومنینؑ کی سیرت کو اپنے لیے مشعلِ راہ بنائیں۔

کامیاب ازدواجي زندگي کے سنہرے اصول

چوتھا مرحلہ

اتفاق، ہمراہي اور موافقت

دریچہ

ابتدائے عشق میں جب دل، عشق میں مجذوب
اور فریفتہ ہوتے ہیں تو ایک دوسرے کی
خامیاں اور غلطیاں اچھی نظر آتی ہیں اور سوچ اور فکر کا فرق نظر نہیں آتا۔
اپنا ازدواجی سفر شروع کرنے والے نوجوان لڑکے اور لڑکی
ایک دوسرے میں مجذوب، ایک دوسرے کے عاشق و دوست
اور خوبصورت سپنوں کے دریا میں غرق ہوتے ہیں۔
اِس طرح کہ ان میں سے ہر ایک
اپنے شریکِ حیات کے آئینۂ وجود میں
اپنی دیرینہ اُمیدوں اور آرزوؤں کو مجسم پاتا ہے
اور اپنے محبوب کے چہرے میں گویا اپنا ہی عکس دیکھتا ہے۔

مگر کچھ دیر نہیں گزرتی کہ

یہ سہانے سپنے اور عاشقانہ ہم نفسی، ہم چشمی،

زندگی کی حقیقت اور اپنے شریکِ حیات کی متفادت شخصیت سے مڈبھیڑ کی وجہ سے

اپنا رنگ کھو بیٹھتی ہے۔

زندگی کے مسائل میں

سوچ کا فرق، اندازِ بیاں اور روش و طریقہ کار مختلف ہونا

ہر دن پہلے سے زیادہ نظر آنے لگتا ہے۔

اِس مشترکہ زندگی کی ابتدا میں

زندگی کی حقیقت و واقعیت سے صحیح طور پر نمٹنے اور درست راہ حل سے

اِن ناتجربہ کار اور راستے کے نشیب و فراز سے غافل نوجوان جوڑے کی بے توجہی

اور لاعلمی انہیں بہت سی مشکلات سے دوچار کر سکتی ہے۔

کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ لمحوں کی ناراضگی اور رنجش کے اثرات

سالہا سال زندگی کو تلخ بنا دیتے ہیں۔

یہ بہترین نوجوان شادی شدہ جوڑے

تھوڑے سے تحمل و برداشت، اپنی خیالی سوچ اور آئیڈیل زندگی سے دستبردار ہونے،

اپنے شریکِ حیات کی حقیقی شخصیت کو من و عن قبول کرنے،

اُس کی برائیوں اور خامیوں کو اس کی اچھائیوں کے ساتھ قبول کرنے،

اپنے تمام وجودی اختلاف کے باوجود ایک دوسرے کو درک کرنے

اور خدا کے دست غیبی کے مدد سے

اپنی مشترکہ زندگی کی بنیاد کو

پہلے سے زیادہ مضبوط مستحکم بنا سکتے ہیں۔

تجربات کی دھوپ میں

اِس کُہن سال سالک کی رہنما باتیں،

زندگی کے نشیب و فراز والے سفر پر جانے والوں کے لیے

توشہ راہ ہیں۔

جایئے مل کر زندگی کی تعمیر کیجئے!

امام خمینی نے کہا: "جاؤ مل کے زندگی کو تعمیر کرو"

میں ایک دفعہ حضرت امام خمینی ؒ کی خدمت میں شرفیاب ہوا تو وہ گھر پر ایک نکاح پڑھانے کا قصد رکھتے تھے۔ انہوں نے جیسے ہی مجھے دیکھا تو کہا کہ آپ آیئے دوسری طرف سے ''نکاح'' پڑھایئے۔ وہ ہماری عادت کے برخلاف کہ ہم اپنی باتوں کو کافی طول دیتے ہیں لیکن وہ پہلے نکاح پڑھاتے تھے اس کے بعد دو تین نصیحت آموز جملے ارشاد فرماتے تھے۔ میں نے دیکھا کہ نکاح پڑھانے کے بعد انہوں نے دولہا دلہن کی طرف اپنا رخ کیا اور فرمایا:

''جاؤ اور مل کر زندگی کی تعمیر کرو''۔

میں نے سوچا کہ ہم اتنی تقریریں کرتے ہیں لیکن امام خمینی ۲ کا کلام ایک جملے میں خلاصہ ہوتا ہے!۔

موافقت کیا ہے؟

آپ کی کوشش یہ ہونی چاہیے کہ اپنی پوری زندگی اور ازدواجی زندگی خصوصاً شادی کے ابتدائی چار پانچ سال آپس میں کامل موافقت رکھتے ہوں۔ ایسا نہ ہو کہ کوئی ایک تھوڑی سے غیر موافق اور مزاج کے خلاف بات کرے یا غیر ذمے داری کا ثبوت دے تو دوسرا بھی اس کے جواب میں غیر ذمے داری کا مظاہرہ کرے اور غیر معقول بات کرے۔ ہرگز نہیں! دونوں کو چاہیے کہ صحیح معنوں میں ایک دوسرے کے موافق اور ہمراہ بنیں۔ اگر آپ نے دیکھا کہ آپ کی زوجہ آپ سے تعاون نہیں کررہی ہے تو آپ کو اپنا دست تعاون بڑھانا اور اس سے سازگار حالات پیدا کرنے چاہییں یہ وہ جگہ ہے کہ جہاں مل جل کر کام کرنا، دوسرے سے موافقت کرنا اور سامنے والے کی کمی وکوتاہی کو تحمل کرنا اچھی بات ہے۔

سازگاری اور موافقت کا کیا مطلب ہے؟ کیا اس سے مراد یہ ہے کہ بیوی یہ دیکھے کہ اس کا شوہر اس کا پسندیدہ اور آئیڈیل ہے لہٰذا اس کی طرف اپنا دستِ تعاون بڑھائے؟ یا شوہر یہ دیکھے کہ اس کی بیوی کامل طور پر ایک مطلوب اور آئیڈیل بیوی ہے تو اُس سے بنائے رکھے اور ہر حال میں اس کا موافق وہمراہ ہو؟! اگر اس کی ذرّہ برابر کوئی ایک عادت بری ہو یا وہ کوئی ایک غلط حرکت انجام دے تو وہ اُس کو ہرگز قبول نہ کرے۔ کیا یہی ہے موافقت وسازگار

حالت پیدا کرنے اور تعاون کا معنیٰ؟ ہر گز نہیں! اگر اسے موافقت کہا جائے تو یہ کام تو خود بخود انجام پا تا ہے اور اس میں آپ کے ارادے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ یہ جو کہا جاتا ہے کہ آپ کو موافق و ہمراہ اور ساز گار حالات پیدا کرنے والا ہونا چاہیے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ حالات جیسے بھی ہوں آپ زندگی کو بنائیں اور اس کی تعمیر کریں۔ یہ ہے موافقت کا مطلب۔ یعنی زندگی میں پیش آنے والے ہر مسئلے میں زندگی کو بگڑنے سے بچائیں۔

جب ایسے دو انسان باہم زندگی گزاریں کہ جو ایک دوسرے سے آشنائی نہیں رکھتے ہوں اور نہ ہی انہوں نے کبھی مل کر زندگی گزاری ہو، اور تو اور اُن کی صفات و عادات، ثقافت اور آداب و رسوم بھی ایک دوسرے سے مختلف ہوں تو ممکن ہے کہ پہلے ہی قدم پر اُن کے درمیان بہت سی جگہ نا اتفاقی پیش آئے۔

جب ایسے دو انسان ہمیشہ کیلئے ایک دوسرے کے ہونے کا عہد کر کے اپنی مشترکہ زندگی شروع کریں تو ایسی صورتحال میں پہلے پہل آدمی کو کچھ سجھائی نہیں دیتا۔ تھوڑی مدّت کے بعد ممکن ہے وہ زندگی میں نا اتفاقی اور اختلافِ نظر کو محسوس کریں تو آیا ان دونوں کو ایک دوسرے سے دل کھٹے کر کے منہ موڑ لینا چاہیے اور وہ یہ کہیں کہ ''یہ مرد یا عورت میرے کسی کام کی نہیں ہے اور میری اس سے نہیں بن سکتی؟!'' نہیں! آپ کو چاہیے کہ خود کو اِس مسئلے سے مطابقت دیں اور اگر یہ قابلِ اصلاح ہے تو اُس کی اصلاح کریں اور اگر یہ دیکھیں کہ یہ قابلِ اصلاح نہیں ہے اور اس کے لیے کوئی کام نہیں کیا جا سکتا تو اسی کے ساتھ جس طرح بھی بن سکے، زندگی گزاریئے۔١

گھر کے ماحول میں اتفاق، تعاون اور موافقت، واجبات سے تعلق رکھتا ہے۔ میاں بیوی ہر گز یہ ارادہ نہ کریں کہ انہوں نے ''الف سے لیکر ے تک'' جو کچھ کہا کہ اُسی پر عمل کیا جائے۔ جو چیز بھی اپنے لیے پسند کرتے ہیں اور جو چیز بھی اُن کے سکون و آرام کا باعث بنتی ہے، بعینہ وہی ہو، نہیں! ایسا ہر گز نہیں ہونا چاہیے۔ آپ زندگی کی بنیاد آپس میں اتفاق، موافقت اور ہمراہی پر رکھیں اور یہ چیز بہت ضروری ہے۔ جب بھی آپ یہ دیکھیں کہ آپ کو آپ کا مقصد حاصل نہیں ہو رہا ہے سوائے اس کے کہ آپ صورتحال کو برداشت کریں۔ تو آپ کو صبر و تحمل سے کام لینا چاہیے۔

١ انسان کی دسیوں اچھی صفات و عادات کے مقابلے میں اس کی ایک بری عادت کی وجہ سے اسے چھوڑا نہیں جا سکتا۔ لہٰذا کوشش یہ ہونی چاہیے کہ اُس کی اُس ایک بری عادت سے صرفِ نظر کرتے ہوئے زندگی کی مثبت تعمیر کریں۔ کیونکہ ایک بری عادت کی وجہ سے اسے چھوڑ دینا اور طلاق دے دینا کہیں کی عقلمندی نہیں ہے۔ (مترجم)

زندگی میں موافقت اور اتفاق و ہمراہی دراصل بقائے زندگی کی اساس ہے۔ یہی چیز ہے جو محبت کی پیدائش کا سبب، برکاتِ الٰہی کے نزول کا باعث بنتی ہے اور دلوں کو نزدیک اور رشتوں کو مستحکم بناتی ہے۔

یورپ کی ایک خوبصورت تعبیر

شادی عبارت ہے دو زندہ اور دھڑکتے دل کے مالک انسانوں کا باہمی تفاہم، اُنس اور اتحاد سے زندگی بسر کرنا۔ البتہ یہ ایک فطری اور طبیعی امر ہے لیکن اسلام نے شادی کے لیے قوانین، زینت اور عظمت و شوکت رکھ کر ہمیشہ کیلئے اُسے برکت عطا کی ہے۔

''میاں بیوی کو چاہیے کہ ایک دوسرے کو سمجھیں اور درک کریں''، یہ ایک یورپی تعبیر ہے لیکن بہت خوبصورت ہے۔ یعنی جو بھی سامنے والے کے درد و غم، خواہش اور ضرورت کو درک کرے اور اُس سے بنا کر رکھے تو اسے کہتے ہیں درک کرنا۔ یعنی بقولِ معروف، زندگی میں ایک دوسرے کی ضرورت و خواہش کو سمجھنا اور درک کرنا چاہیے اور یہی وہ چیز ہے کہ جو محبت کو زیادہ کرتی ہے۔

کوئی انسان بھی بے عیب نہیں ہے!

اگر آپ نے دیکھا کہ آپ کی شریکہ حیات میں ذرّہ برابر عیب موجود ہے تو سب سے پہلے تو یہ جان لیئے کہ دنیا میں کوئی بھی انسان بے عیب نہیں ہے۔ لہٰذا اگر آپ کے (زندگی کے ساتھی کا وہ عیب اپنے معالجے کی مدّت گزار رہا ہے تو اُس مدّت میں اور اگر وہ نا قابلِ اصلاح ہے تو آپ کو چاہیے کہ ہمیشہ کیلئے) اُسے تحمل کریں۔ کیونکہ اُسی وقت آپ کی بیوی بھی آپ کے وجود کو آپ کے عیب کے ساتھ برداشت کررہی ہے۔ انسان کو اپنا عیب نظر نہیں آتا (خواہ کتنا

ہی بڑا کیوں نہ ہو) لیکن اُسے دوسرے کا (چھوٹا سا) عیب بھی نظر آجاتا ہے۔ بس آپ کو چاہیے کہ اُسے برداشت کریں۔ اگر آپ نے دیکھا کہ وہ قابل اصلاح ہے تو اُسکی اصلاح کیجئے اور اگر وہ قابلِ علاج و اصلاح نہیں تو اُسی کے ساتھ اپنی زندگی کی تعمیر کیجئے۔

خاندان كي نابودي كا سبب

اسلام نے گھر کے اندرونی ماحول کیلئے ایک اصلاحی اور تربیتی نظام مقرر کیا ہے تاکہ گھر کا اندرونی اختلاف خودبخود حل ہوجائے۔ مرد کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ تھوڑے تحمّل، رعایت اور توجہ سے کام لے جبکہ بیوی کے لیے حکم یہ ہے کہ وہ بھی تھوڑی برداشت، تاَمُّل اور غور وفکر کو اپنی زندگی میں جگہ

دے۔ اگر یہ تمام چیزیں عملی صورت اختیار کرلیں تو علی القاعدہ کوئی ایک گھر بھی برباد نہیں ہوگا۔

اکثر خاندانوں اور گھرانوں کی بربادی کی وجہ ان تمام دستوار و احکام کو بے اہمیت شمار کرنا اور اُن پر عمل نہ کرنا ہے۔ مرد ہے کہ تحمّل اور رعایت کرنے کو اپنی ناک کا مسئلہ بناتا ہے اور بیوی ہے کہ عقل و ہوش سے کام لینے کے بجائے میری بات، میرا کام، میری مرضی کی رٹ لگائے رہتی ہے۔ گھر کا مرد بے انتہا غصے اور گرما گرمی سے گھر کے گلستان کو آگ لگاتا ہے تو خاتونِ خانہ بےصبری سے گھر کی بساط الٹتی ہے۔

یہ تمام کام غلط ہیں۔ مرد کا غصہ بھی غلط ہے اور عورت کی سرکشی بھی بے بنیاد اور غیر منطقی۔ اگر مرد

غصہ نہ کرے یا اس سے کوئی غلطی اور اشتباہ سرزد نہ ہو تو بیوی بھی سرکشی اور بے صبری نہیں کرے گی۔ انہیں چاہیے کہ ٹھنڈے دماغ، باہمی رضامندی اور تعاون سے زندگی کی تعمیر کریں۔ اگر ایسا ہو تو کوئی بھی خاندان یا گھرانہ نابود ہونے کے بجائے باقی رہے گا۔

دوطرفہ موافقت وہمراہی

قدیم زمانے میں ہمارے بزرگ بیٹی کی رخصتی کے وقت یہی کہتے تھے کہ ''بیٹی تم جس گھر میں جارہی ہو اب وہاں سے تمہارا جنازہ ہی نکلے''۔ یعنی وہ ہر حالت میں شوہر کی موافق وہمراہ ہو (خواہ حالات اُس کے موافق ہوں یا مخالف)۔ گویا وہ مرد حضرات کیلئے اِس موافقت، ہمراہی اور اتفاق کے قائل نہیں تھے، جناب یہ درست بات نہیں ہے! اسلام اس کی تائید نہیں کرتا (کہ ساری قید وشروط بیوی کیلئے ہوں اور شوہر اُن سب سے آزاد ہو!) بلکہ وہ یہ دستور دیتا ہے کہ رشتہ ازدواج میں منسلک ہونے والے لڑکے اور لڑکی دونوں مل کر باہمی رضامندی، اتفاق اور تعاون وہمراہی سے کام کریں اور مل کر زندگی کی تعمیر کریں۔ اُن کی مشترکہ زندگی کی بنیاد ایسی بات پر قائم ہونی چاہیے کہ وہ اپنی گھریلو زندگی اور خاندانی نظام کو سالم، کامل، آرام اور ایک دوسرے کے عشق ومحبت کو درک کرنے کے ساتھ چلائیں، اس راہ پر قدم اٹھائیں اور اس کی حفاظت کریں۔ اگر وہ یہ کرنے میں کامیاب ہوگئے تو چونکہ اسلام کے بتائے ہوئے تربیتی نظام کے مطابق اس کام کو انجام دینا کوئی مشکل کام نہیں ہے تو اس صورت میں یہ صحیح وسالم گھرانہ ہوگا کہ جسے اسلام پسند کرتا ہے۔

کامیاب ازدواجي زندگي کے سنہرے اصول

پانچواں مرحلہ

ہنستي مسکراتي اور خوشحال زندگي

دریچہ
زندگی کی مٹھاس اور شیرینی
دراصل میاں بیوی کی عقلمندی مہارت
اور ایک دوسرے کے حقوق و آداب کی رعایت کرنے سے حاصل ہوتی ہے۔
ہمارے پیارے نوجوان لڑکے لڑکیوں کو
اپنے نئے سفر کے آغاز میں
اپنی مشترکہ زندگی کی لازمی ضروریات
اور ذہنی اور فکری توانائی کے حصول کے لیے
خودکو

بہت زیادہ مشقت کا محتاج سمجھنا چاہیے۔

اس طرح اُن کی زندگی

روز بروز شیریں اور جاذب ہوتی جائے گی۔

کامیاب ازدواجی زندگی کے اس مرحلے پر

ہمارا مہربان رہبر

اپنی قوم کے نوجوانوں کو ایک

خوشحال اور ہنستی مسکراتی زندگی تک

جانے والی راہوں کی نشاندہی کر رہا ہے۔

عملی شکر سب سے زیادہ اہم ہے

شکر کا مقصد صرف زبان سے ''خدایا تیرا شکر'' کہنا اور سجدہ شکر بجا لانا نہیں ہے۔ نعمت کا شکرانہ ہے کہ انسان نعمت کو پہچانے۔ اُسے چاہیے کہ وہ یہ جانے کہ یہ نعمت خداوندِ عالم نے اسے عطا کی ہے، لہٰذا اس نعمت سے ایسا استفادہ اور سلوک اختیار کرے جو خدا کی مرضی و پسند کے عین مطابق ہو۔ یہ ہے نعمت کے شکرانے کا مفہوم۔

اگر زبان سے تو ''شُکْرُ اَللّٰہ'' کہیں لیکن آپ کا دل میرے ان بیان کردہ مفاہیم سے نا آشنا ہو تو یہ شکر نہیں ہے۔ شادی بھی خداوند عالم کی نعمتوں میں سے ایک نعمت اور ہدیہ ہے۔ خداوند متعال نے بہترین شریکِ حیات یا شریکہ حیات آپ کو دی ہے۔ پس آپ کو چاہیے کہ اس

نعمت کا کما حقہ شکر بجالائیں۔

زندگی کے رازوں کی حفاظت کیجئے

شوہر اور بیوی دونوں کو چاہیے کہ اپنی زندگی کے اسرار کی حفاظت کریں۔ نہ بیوی اپنے شوہر کے رازوں کو کسی کے سامنے اِفشا کرے، اسی طرح مرد بھی مثلاً اپنے دوستوں میں، کسی کلب یا دعوت میں اپنی بیوی سے متعلق باتوں کو بیان نہ کرے۔ آپ ان باتوں کا مکمل خیال رکھیے اور راز اور ذاتی باتوں کی حفاظت کیجئے تاکہ ان شاءاللہ آپ کی زندگی مستحکم اور شیریں ہوسکے۔

ایک دوسرے کے غمخوار بنیے

ایک دوسرے کی حقیقی مدد یہ ہے کہ دو انسان ایک دوسرے کے دلوں سے غموں کے بھاری بوجھ کو دور کریں۔ ہر ایک اپنی زندگی میں ایک خاص قسم کے مسائل میں گرفتار اور مشکل میں پھنسا رہتا ہے اور ممکن ہے کہ کسی قسم کے شک و تردید کا شکار ہو جائے۔ یہ اُس کے جیون ساتھی کا فرض ہے کہ ایسے نازک موقع پر اپنے ساتھی کی مدد کے لیے جلدی کرے اور اُس کا ہاتھ تھامے، غم و اندوہ کو اس کے دل سے دور کرکے اس کی راہنمائی کرے اور اس کے شک و شبہہ کو دور اور غلطی کی اصلاح کرے۔

سادہ زندگي اور ميانہ روي

آپ سادہ زندگی گزاریے۔ البتہ یہ بات ضروری ہے کہ ہم بہت زیادہ زہد وتقویٰ کے مالک نہیں ہیں لہٰذا اُس میں آخری درجے کے زہد وتقویٰ کا تصور نہ کیجئے۔ وہ سادہ زندگی جس کی ہم بات کررہے ہیں وہ زاہد و عابد افراد کے زہد وتقویٰ کے تصور سے بہت مختلف ہے۔ یہ سادگی، لوگوں کی عام روزمرّہ زندگی کے امور سے متعلق ہے۔ وہ سادگی جو ہم نے اختیار کی ہے اگر خدا کے مقرب بندے اسے دیکھیں تو شاید ہماری سادگی کے مفہوم پر ہزاروں اعتراضات کریں۔

کوشش کیجئے کہ آپ کی زندگی اسراف وفضول خرچی کی بنیادوں پر قائم نہ ہو اور آپ اپنی زندگی کو سادہ بنائیں۔ اپنی زندگی کو خداوند متعال کی پسند کے مطابق گزاریے اور طیّباتِ الٰہی (خدا کی پسندیدہ اور پاک و پاکیزہ چیزوں) سے بہرہ مند ہوں لیکن اعتدال اور میانہ روی کے ساتھ۔ اعتدال بھی ضروری ہے، میانہ روی بھی اور عدالت بھی۔ اپنی زندگی میں انصاف کو حاکم بنایئے اور دیکھئے کہ دوسرے کیسی زندگی گزار رہے ہیں۔ اپنے اور دوسروں کے درمیان زیادہ فاصلہ ایجاد نہ کیجئے۔

مختلف افراد اور خاندانوں کی سعادت کے اسباب میں سے ایک سبب یہ ہے کہ بے جا اور فضول قسم کے قوانین، خیالی شان وشوکت اور اسٹیٹس والی زندگی سے دوری اختیار کی جائے اور مادی امور کو حدّ لازم سے زیادہ اہمیت نہ دی جائے اور نہ ہی انہیں اپنے سر پر سوار کیا جائے۔ یا کم سے کم یہ کوشش ہونی چاہیے کہ یہ اوپر کے خرچے اور غیر اضافی خریداری اور غیر

ضروری لوازمِ زندگی آپ کی اصلی (اور روزمرّہ) زندگی کا حصّہ شمار نہ ہوں بلکہ وہ ایک ''طرف'' (جانبی) اور سائیڈ کی چیز ہوں۔ زندگی کی بنیاد کو ابتدا ہی سے سادگی کے ساتھ اٹھانا چاہیے اور زندگی کی فضا ایسی فضا ہو جو (افرادِ خانہ کے لئے) قابلِ تحمل ہو۔ سادہ زندگی گزارنا رفاہ اور آسائش سے منافات نہیں رکھتا ہے۔ آسائش بھی درحقیقت سادہ زندگی گزارنے کے سائے میں ہی حاصل ہوتی ہے۔

ہار جیت کے بغیر مقابلہ

خود کو ہوس و رقیب بازی، فضول خرچی اور مادی زرق و برق کا اسیر نہیں بنائیے اور کوشش کیجئے کہ زندگی میں مادّیت کی دوڑ میں شریک نہ ہوں۔ کوئی بھی اِس دوڑ میں خوش بخت اور کامیاب نہیں ہوسکتا۔ زندگی کی یہ ظاہری زرق و برق اور چمک دمک کسی بھی انسان کو نہ تو خوش بخت کرتی ہے اور نہ ہی اُسے خوشحال اور مطمئن بناتی ہے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ انسان کے ہاتھ جو کچھ آتا ہے اُس کے نتیجے میں اُس کی ہوس کم ہونے کے بجائے بڑھتی ہی رہتی ہے اور یوں وہ ایک بہتر سے بہتر چیز کی تلاش اور خوب سے خوب تر کی جستجو میں ہی زندگی گزار دیتا ہے۔ شریعت نے ہمیں زندگی گزارنے کا ایک اصول دیا ہے کہ ''اَلعِفَافُ وَ الکِفَافُ'' یعنی وہ زندگی جو آسانی سے گزاری جا سکے کہ جس میں تنگی نہ ہو اور انسان کسی کا محتاج نہ ہو۔ آپ بھی اس طرح آگے قدم بڑھائیے۔

کفایت والی زندگی!

عیش و آرام، ٹھاٹھ باٹھ، پیسے کی ریل پیل، زبردستی کے خرچ پانی، اضافی خریداری اور فضول خرچی والی زندگی انسانوں کو بد بخت بنا دیتی ہے۔ یہ اچھی بات نہیں ہے۔ زندگی آرام اور کفایت کے ساتھ گزارنی چاہیے یعنی اعتدال اور میانہ روی کے ساتھ نہ کہ پُرخرچی اور اسراف کے ساتھ۔ ان چند چیزوں کو بعض افراد باہم ملا کر کیوں غلطی کرتے ہیں۔

کفایت والی زندگی اور کافی زندگی کا مقصد روپے پیسے، غذا اور وسائلِ زندگی کی بہتات اور فراوانی نہیں ہے بلکہ مراد یہ ہے کہ انسان کسی کا محتاج نہ ہو اور وہ کسی کے سامنے دست سوال دراز نہ کرے تا کہ وہ ضروریاتِ زندگی کے لیے اپنے پاس موجود کافی مقدار میں وسائل زندگی سے اپنی زندگی چلا سکے۔ انسان کو چاہیے کہ وہ ہنسی خوشی اور قناعت کا مالک بھی ہو ورنہ زیادہ درآمد و تنخواہ، اوپر کے اخراجات اور ٹھاٹھ باٹھ سے زندگی اچھی اور خوشحال نہیں ہو سکتی۔ یہ چیزیں کسی بھی صورت میں انسان کو حقیقی آرام اور خوشحالی نہیں دے سکتیں ہیں۔

زندگی کو سادہ انداز سے گزاریئے اور جتنی بھی اس راہ میں کوشش کر سکتے ہیں، کیجئے۔ البتہ ہماری مراد ہرگز یہ نہیں ہے کہ گھر کے مرد حضرات اور سرپرست خشک اور زور زبردستی کے زہد وتقویٰ کے ذریعے اپنے اہل وعیال اور نزدیکی افراد پر سخت گیری کریں اور وہ تنگی میں زندگی گزاریں۔ ہماری ہرگز یہ مراد نہیں ہے بلکہ ہماری خواہش یہ ہے کہ معاشرے کے تمام افراد اپنے عقیدے، ایمان وعشق اور دل کی رضایت وخوشی سے ایک حد پر قانع رہیں۔

کتنا ہی بہتر ہو کہ آپ کی زندگی سادہ ہو اور آپ خود کو اسٹیٹس (نام نہاد حیثیت وآبرو) اور

زندگی کی زرق و برق کا اسیر نہ بنائیں۔ اگر آپ اس اسٹیٹس کی دوڑ میں شریک ہو گئے تو اسے چھوڑ نا سخت ہوگا۔ اگر کوئی یہ چاہتا ہے کہ اس زمانے میں سادہ زندگی گزارے تو وہ یہ کام کرسکتا ہے۔ ایک زمانہ تھا کہ یہ کام سخت اور مشکل تھا۔ اگر چہ کہ بعض افراد اپنے ہی ہاتھوں اس کام کو مشکل بناتے ہیں۔ اپنے لباس، خوراک، مسکن، اسٹیٹس اور دنیاوی زرق و برق کو اپنے اوپر اس حد تک سوار کر لیتے ہیں کہ اُسے آسان بنانا دشوار ہو جاتا ہے۔

قناعت سب کے لیے مفید ہے

میں آپ کی خدمت میں عرض کرتا ہوں کہ ہم، آپ کو حضرت سلمان فارسی ؓ اور حضرت ابوذر ؓ کے زہد کی طرف دعوت نہیں دے رہے ہیں۔ ہم، آپ اور سلمان ؓ و ابوذر ؓ میں بہت زیادہ فاصلہ ہے۔ ہم میں ہرگز اس بات کی طاقت نہیں ہے کہ ان درجات، بلندیوں اور اعلٰی مقامات تک پہنچیں یا فرض کریں اور آسانی سے دل میں ان مقامات کی آرزو کریں۔ لیکن آپ کی خدمت میں یہ عرض کروں کہ اگر ہمارے اور اُن کی زندگی کے درمیان ہزار درجات کا فاصلہ ہے تو اُس فاصلے کو ۱۰ درجات، ۲۰ درجات اور ۱۰۰ درجات سے کم کیا جاسکتا ہے اور اس طرح ہم خود کو اُن کی زندگی کے نزدیک کرسکتے ہیں۔ آپ کو چاہیے کہ قناعت کریں اور قناعت کرنے سے ہرگز شرم محسوس نہ کریں۔

بعض لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ قناعت کرنا صرف فقیر، خالی ہاتھ اور بے چارے افراد کا کام ہے اور اگر آدمی کے پاس مال و دولت ہے تو وہ دل کھول کر خرچ کرے اور اُسے قناعت کی کیا

ضرورت ہے؟ یہ غلط خیال ہے! آپ کو زندگی اور اُس کے وسائل کی جتنی ضرورت ہے فقط اُسے ہی استعمال میں لائیے، صرف لازمی حد تک، نہ فضول خرچی کی حد تک۔ کفایت کی حد تک وسائل زندگی استعمال کریں کہ جو انسان کی ضروریات اور اُس کی حاجات کا جواب دینے کے لیے کافی ہو، یعنی انسان کسی کا محتاج نہ ہو۔ یہ وہ مقام ہے جہاں انسان کو توقف کرنا چاہیے۔

زندگی سے بے جا اُمیدیں، غیر ضروری اور زیادہ توقعات وابستہ کرنا درحقیقت انسان کی معاشی تنگی اور خود انسان کی اپنی پریشانی کا سبب بنتا ہے۔ اگر انسان اپنی زندگی سے توقع اور امیدیں کم رکھے تو یہ اس کی سعادت کا باعث ہوگی۔ یہ صرف انسان کی آخرت کیلئے ہی اچھی اور سودمند نہیں بلکہ اُس کی دنیا کے لیے بھی فائدہ مند ہے۔

آپ کی پوری کوشش اس بات پر ہونی چاہیے کہ شان وشوکت میں آگے بڑھنے اور اسٹیٹس کی دوڑ سے دور رہ کر سادہ زندگی گزاریں۔ اور وہ ایسی زندگی ہو کہ جو معاشرے کے متوسط طبقے کے ساتھ مطابقت رکھتی ہو۔ میں یہ نہیں کہتا کہ اس بارے میں معاشرے کا نچلا طبقہ آپ کے مدِّ نظر ہو، نہیں! بلکہ آپ متوسط طبقے کو دیکھئے لیکن آپ مادیت کی دوڑ کو اہمیت و توجہ نہ دیں۔ ٹھیک ہے کہ ہر جگہ ایک مقابلہ اور دوڑ لگی ہوئی ہے۔ جس طرح خدا کی جنّت کی راہ میں دوڑ لگی ہوئی ہے اسی طرح دنیا کی خیالی جنت کیلئے بھی مقابلہ جاری ہے، اس کی زرق و برق اور شان و شوکت، مقام وقدرت اور شہرت طلبی کیلئے بھی دوڑ لگی ہوئی ہے۔ سب اس مقابلے میں شریک ہیں لیکن یہ مقابلہ صحیح نہیں ہے۔ آپ میں سے جو بھی مادہ پرستی اور مادیّت کی دوڑ میں شریک

ہوتو اس کا جیون ساتھی اسے (پیار و محبت سے) منع کرے اور ایک ناصح کی طرح اس سے برتاؤ کرے۔ بہرحال انسان کو چاہیے کہ زندگی کے تمام مراحل میں میانہ روی، قناعت متواضعانہ اور سادہ طریقہ زندگی کو فراموش نہ کرے اور یہی اسلام کی نظر ہے۔

شادی کی تقریب سے آغاز کریں

آپ کو چاہیے کہ زندگی کے تمام امور میں سادگی کو اپنائیں اور اس کی ابتدا شادی کی تقریبات سے ہونی چاہیے کیونکہ ساری چیزیں یہیں سے شروع ہوتی ہیں۔ اگر شادی کی تقریبات، سادہ منعقد ہوں تو آنے والے دوسرے اقدامات بھی سادہ ہی ہوں گے۔ اگر ایسا نہ ہوا اور آپ نے عیاش، فضول خرچ اور اسراف پسند متمول افراد کی طرح شادی کی تقریبات منعقد کیں تو آپ بعد میں ایک چھوٹے سے گھر جا کر مختصر سے وسائلِ زندگی کے ساتھ زندگی گزارنے پر قادر نہیں ہوں گے۔ بعد میں ایسا نہیں ہو سکے گا کیونکہ ازدواجی زندگی کی ابتدا اور بنیاد ہی خراب ہو چکی ہے اور وہ وقت ہاتھ سے نکل گیا ہے۔

آپ کو چاہیے کہ زندگی کو سادہ زیستی اور سادگی پر کھڑا کریں تاکہ یہ زندگی خود آپ پر، آپ کے اہل و عیال، عزیز و اقارب اور معاشرے کے افراد کے لیے آسان ہو، ان شاءَ اللہ۔

اپنے والدین کا بھی خیال رکھیے

بہت افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ معاشرے میں اسٹیٹس (نام نہاد حیثیت وعزت) کی اِ

س دوڑ نے شادی کی پُرخرچ محفلوں (مہندی، مایوں اور چوتھی کی اسراف سے) پُر اور غیر ضروری تقریبات ۱، آسمان سے باتیں کرتی ہوئیں مہر کی رقموں، جہیز کی لمبی لمبی لسٹوں اور بڑے بڑے شاندار ہوٹلوں اور شادی ہالوں میں شادیوں نے معاشرے کے اخلاق کو بہت بگاڑ دیا ہے!

آپ بیٹے اور بیٹیاں جو داماد اور بہو بن رہے ہیں آپ کو چاہیے کہ اس بُت کو گرانے کیلئے پہلا قدم آپ اٹھائیں۔ آپ کہیے کہ ہمیں ایسی شادی اور ایسی تقریبات نہیں چاہیے اور ہمیں اس جہیز کی بہتات، اسراف والی تقریبات اور بڑے بڑے اور شاندار ہوٹلوں میں شادیوں اور فنکشنوں کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ جب معاشرہ مشکل اور سختی میں ہوا اور جب اُس پر فقر کی بدحالی سایہ فگن ہو تو انسان کو دوسروں کی صورتحال پر توجہ کرنی چاہیے۔

ہم شادی کرنے والے لڑکے اور لڑکیوں کو اس بات کی تاکید کرتے ہیں کہ والدین سے اصرار اور ضد و بحث نہ کریں، اُن سے زیادہ نہ چاہیں اور ایسا نہ ہو کہ وہ آپ کی خواہشات کے دباؤ میں آکر شرما حضوری سے کام لیں اور قرضوں تلے دب جائیں۔

میں اور آپ، سب کو چاہئے ان چیز کو دور پھینکیں۔ شادی درحقیقت صرف ایک مقدس ترین انسانی رشتے کا ملاپ ہے۔ یہ ملاپ کیوں اور کس لیے ہے؟ دو نوجوانوں کا مل کر گھر بسانا اور نئی زندگی بسر کرنا۔ یہ دنیا کا سب سے زیادہ انسانیت والا کام ہے لہٰذا اسے مادی اور پیسے والا نہ بنائیے۔ یہ آپ کی ذمہ داری ہے کہ اُسے ان خواہشات، رسومات اور روایات سے آلودہ نہ ہونے دیں۔ اگر شادی کرنے والے لڑکے اور لڑکیاں اہلِ قناعت اور سادہ زندگی کے حامی

ہوں تو گھر و خاندان کے بڑے بھی ان کی پیروی کرنے میں مجبور ہو جاتے ہیں۔

----

۱ مختلف خاندانوں کے مختلف آداب و رسومات نے بھی اجتماعی اخلاق کو بگاڑنے اور شادی جیسے مقدس امر کو مشکل بنانے میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی ہے۔ کہیں بھات کی رسم ہے تو کہیں نیگ و سلامی کی اور اسی طرح کی مختلف رسمیں کہ جن کی وجہ سے متوسط گھرانے کے والدین سالہا سال قرضوں میں دبے رہتے ہیں۔ لڑکیوں کی عمریں نکلی جارہی ہیں اور والدین اس دن کی اُمید میں آس لگائے بیٹھے ہیں کہ جب اُن کی لڑکی کے ہاتھ پیلے ہوں اور وہ اپنی زندگی کا آغاز کریں۔ سادہ شادی ہی اس کا واحد علاج ہے۔ آیئے اپنی خواہشات کو قربان کر کے معاشرے میں سادی شادیوں کی بنیاد رکھ کر اس ثوابِ جاریہ کا آغاز کریں۔ (مترجم)

حجاب اور عفّت

اسلام، حجاب اور پردے کے بارے میں دستور رکھتا ہے۔ قرآن نے حجاب کے بارے میں حدود و قوانین کو بیان کرتے ہوئے اور مرد اور عورت دونوں کے لیے الگ الگ حکم صادر کیے ہیں۔ یہ سب احکامات خود لوگوں ہی کیلئے ہیں اور صرف اس لیے ہیں کہ گھر آباد، خوشحال اور گھر والے خوش بخت ہوں۔ یہ نوجوان دلہنیں جو کسی بھی صورت میں اپنے شوہروں کا ہاتھ چھوڑنا نہیں چاہتی ہیں اور یہ نوجوان لڑکے جو اپنی محبوب شریکہ حیات کی جدائی کا تصور بھی نہیں کر سکتے چنانچہ یہ کام حجاب کی حدود اور اس کے قوانین کا لحاظ کیے بغیر نہیں ہو سکتا۔ قرآنی

آیات اس طرح کی حکمت و دانائی سے بھر پور اور گہری ہیں۔

یہ محرم و نامحرم کے مسائل، حجاب و پردے اور عورت کی حفاظت یہ سب کس کے لیے ہے؟ یہ قرآنی حکم

"قُلْ لِلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَ يَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ ...وَقُلْ لِلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ"[1]۔

(اے رسول • آپ مومن مرد اور مومن عورتوں سے کہہ دیجئے اپنی نگاہوں کو نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں) ہر چیز کیلئے اپنی آنکھیں نہ کھولو اور ہر چیز پر نگاہ نہ ڈالو۔ یہ اس لیے ہے کہ میاں بیوی آپس میں مہربان اور وفادار رہیں۔

وہ مرد اور عورت جو دنیا کے بدترین معاشروں میں اپنی خواہشاتِ نفس پر عمل کرتے ہوں، ہر بُرا راستہ انہوں نے طے کیا ہو، جس طرح اُن کے دل نے کہا بُرائی انجام دی ہو اور جس سے بھی چاہا اس سے تعلق قائم کر چکے ہوں تو اب اُن کیلئے گھرانے کی پُر محبت فضا کی کیا اہمیت ہو گی؟ کچھ بھی نہیں! اور اُن لوگوں نے ان سب کا نام رکھا ہے" آزادی"۔ اگر یہ آزادی ہے تو یہ بشریت کے لیے سب سے بڑی بلا ہے۔

وہ مرد جو اپنی خواہشات کے مطابق جس خاتون سے چاہے لذّت اٹھائے تو اُس کی نہ کوئی لگام ہے اور نہ وہ کسی حدود اور قانون کا پاس رکھتا ہے اور وہ عورت جو حیا، عفّت اور حجاب سے آراستہ نہ ہو تو اُس کی بھی حفاظت کا کوئی انتظام نہیں ہے۔ ایسے مرد و عورت اپنی بیویوں اور شوہروں کیلئے کسی قسم کے بھی احترام و اہمیت کے قائل نہیں ہیں۔ لیکن اسلام کے ازدواجی نظام میں میاں بیوی ایک دوسرے کی نسبت ذمے دار، جوابدہ اور ایک دوسرے کو پسند کرنے

والے ہیں۔ جہاں وہ ایک دوسرے کے ضرورت مند ہیں اور ان کا وجود ایک دوسرے سے وابستہ ہے۔ اسلام میں ان قوانین کا عظیم اور طولانی سلسلہ کس لیے ہے؟ اس لیے کہ ایک خاندان کی بنیادیں مستحکم ہوں، میاں بیوی ایک دوسرے سے خیانت نہ کریں اور ہمیشہ ایک دوسرے کے ساتھ زندگی گزاریں۔

----

۱ سورہ نور آیت ۳۱-۳۲، اس میں ہمیں یہ حکم دیا گیا ہے کہ اپنی نگاہوں میں سے کچھ نگاہوں کو (جو حرام وشبہات کی طرف اُٹھتی ہوں) نیچی رکھیں نہ کہ ہر وقت آنکھوں کو بند رکھیں۔

کامیاب ازدواجي زندگي کے سنہرے اصول

چھٹا مرحلہ

تذکّر اور یاد دہاني

دریچہ

زندگی کی خوشحالی اور شیرینی، میاں بیوی کی باہمی
شراکت وتعاون، عقلمندی اور ایک دوسرے کے حقوق
کی رعایت کرنے کی مرہونِ منت ہے حضرت علیؑ فرماتے ہیں کہ

لِکُلِّ شَيئٍ آفَۃ ا

''اس عالم میں ہر چیز کیلئے ایک آفت وبلا ہے''۔

ہر ذی قیمت اور اہمیت والی چیز کی بہترین حفاظت
اور بہتر انداز میں اس سے استفادہ کرنے کیلئے سب سے پہلے اس کی آفتوں سے
آگاہی حاصل کرنی چاہیے۔

اس کے بعد عقلمندی اور ہوش و درایت سے اس کی پائیداری اور حفاظت کے لیے قدم اٹھایا جائے۔ یہ دنیا کی زندگی کا قانون ہے۔

چیز جتنی زیادہ قیمتی ہوگی اس کی آفات بھی اُس قدر زیادہ اور خطرناک ہوں گی۔

مشترک ازدواجی زندگی کہ جو ایک مقدس عہد و پیمان سے شروع ہوتی ہے،

انسانوں کے لیے خداوند عالم کی عظیم الشان نعمتوں میں سے ایک نعمت ہے لیکن ساتھ ہی بہت سی آفتوں میں بھی گھری ہوئی ہے۔

چشم بینا، نوجوان ہمسر کی سنجیدگی و توجہ

اور راستے کی آفات کی صحیح شناخت ہی شیطانی آفتوں سے نجات کی راہ ہے۔

بیدار رہنما اور عقلمند و آگاہ ہادی اس بارے میں آنے والے خطرات سے ہمیں آگاہ کر رہا ہے۔

----

١ بحارالانوار، جلد٠ ٧، صفحہ ٢٢٨

ایک دوسرے کے حسد اور غیرت کو نہ جگائیے

میں ہمیشہ نوجوان شوہروں کو اس بات کی تاکید کرتا ہوں کہ آپ نامحرم خواتین کے ساتھ معاشرت اور نشت و برخاست بلکہ اپنی محرم خواتین کے ساتھ ایسا کوئی کام اور بات نہ کریں کہ جس کی وجہ سے آپ کی بیویاں حسد کرنے لگیں۔ اس طرح نوجوان بیویوں کی خدمت

میں تاکیداً عرض کرتا ہوں کہ وہ اجنبی اور نامعلوم افراد کے ساتھ کوئی کام انجام نہ دیں اور اُن سے گفتگو نہ کریں تاکہ آپ کے شوہروں کی غیرت و حسد نہ جاگے۔ یہ حسد انسان کو بدبین بناتا ہے اور محبت کی بنیادوں کو کمزور کرکے اُسے جڑ سے ختم کر دیتا ہے۔

میاں یا بیوی کی تحقیر، خاندان کی نابودی کا آغاز

ظلم، اہانت اور بغیر کسی وجہ کے ترجیحی رویہ اختیار کرنا ہر حال میں غلط و ناپسندیدہ ہے۔ اگر آپ دنیا کے سب سے بہترین مرد ہوں اور آپ اپنی تعلیم، معلومات اور دیگر جہات سے مکمل انسان ہوں تو آپ کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ ایک نچلے طبقے کی کم پڑھی لکھی خاتون کے ساتھ چھوٹا سا بھی ظلم کریں اور اس کی اہانت کریں۔ عورت، عورت ہی ہے تا قیامت۔ آپ کو اس کی چھوٹی سے چھوٹی اہانت کا بھی ہرگز حق حاصل نہیں ہے۔ یہ صرف ہم ہی سے مخصوص نہیں، یہ پرفیوم میں نہائے ہوئے سوٹ بوٹ والے یورپی کبھی دوسرے معاشروں کے باشندوں پر بدترین انداز میں ظلم کرتے ہیں۔ مرد، عورت سے کتنا ہی بلند مقام کیوں نہ رکھتا ہو، اُسے یہ حق نہیں کہ اپنی بیوی پر ظلم و جفا کرے۔

بیوی کیلئے بھی یہی حکم ہے۔ کبھی کبھار ایک پڑھی لکھی خاتون ایک عام سے نوکری والے یا مزدور سے شادی کرتی ہے چنانچہ اُسے بھی یہ حق حاصل نہیں کہ وہ اپنے شوہر کی تحقیر کرے۔ اس کا شوہر کیسا بھی ہو بہرحال اپنی بیوی کی تکیہ گاہ ہے اور بیوی کو اُسی پر تکیہ اور بھروسہ کرنا چاہیے۔

یہ بیوی کی ذمہ داری ہے کہ وہ روحی طور پر اپنے شوہر کی ایسی حفاظت کرے کہ اُس پر تکیہ کر سکے۔ اگر ایسا ہو تو یہ صحیح و سالم گھرانہ ہے۔ اگر آپ نے اس طرح اپنے گھر کو بسایا تو جان لیجیے کہ آپ نے اپنی خوش بختی کے ایک اساسی رکن کی حفاظت کر لی ہے۔

آئیڈیل کی تلاش میں افراط سے کام لینا

لڑکے اور لڑکیوں کو چاہیے کہ زندگی کے آئیڈیل کے پیچھے نہ بھاگیں۔ شادی میں کوئی بھی آئیڈیل نہیں ہوتا ہے اور نہ ہی انسان اپنے آئیڈیل کو ڈھونڈ سکتا ہے۔ اُنہیں چاہیے کہ مل جل کر زندگی کی تعمیر کریں۔ خداوند عالم ان کی زندگی کو شیریں کرے گا، انہیں برکت عطا کرے گا اور اُنہیں رضائے الٰہی حاصل ہوگی، ان شاءَ اللہ۔

شادی کے ابتدا میں جب میاں بیوی ایک دوسرے کو دیکھتے ہیں تو انہیں سامنے سب کچھ اچھا اور خوبصورت ہی نظر آتا ہے، کچھ مدت بعد وہ کہتے ہیں کہ ٹھیک ہے، مناسب ہے، اس کے بعد نقائص، کمی و کوتاہی اور کمزوریاں آہستہ آہستہ دونوں میں نظر آنے لگتی ہیں۔ لیکن ان تمام باتوں کو میاں بیوی کے لیے سرد مہری اور دل کی تنگی کا باعث نہیں بننا چاہیے۔ بلکہ انہی کوتاہیوں اور کمزوریوں کے ساتھ ہی زندگی گزارنی چاہیے کیونکہ آئیڈیل اور بے عیب مرد اور عورت اس عالم ہستی میں کہیں بھی نہیں مل سکتے۔

غير شرعي معاشرت

وہ مرد جو غیر نامحرم خواتین سے سروکار رکھتا ہے تو مختلف سطح پر دو جگہ اس کی جبلی خواہشات کی سیرابی کا امکان موجود ہے۔ایسا آدمی جو کبھی بھی فطری خواہشات کی سیرابی کیلئے اپنی بیوی پر اکتفا نہیں کرے گا۔ یہ اس مرد کی مانند نہیں ہے کہ جو کسی بھی نامحرم عورت پر نظریں نہیں اٹھاتا ہے۔ یہ جو کہا جاتا ہے کہ عورت اجتماعات اور محفلوں میں نامحرم مردوں سے مخلوط نہ ہو، اسی لیے ہے کہ یہ عورت صرف اپنے شوہر کو اپنا دل دے، اور اسی کی عاشق ہو۔

اگر اس عورت کی حالت یہ ہو کہ اس کا شوہر اس کیلئے عام سا انسان اور معمولی شوہر ہو جائے تو اس مرد کی عورت کی نگاہوں میں کوئی وقعت وحیثیت نہیں ہوگی جیسا کہ آجکل ہمیں مغربی معاشرے میں نظر آرہا ہے۔ایسی عورت کہتی ہے کہ میرے اپنے شوہر سے بنی بنی اور نہیں بنی تو نہیں بنی، میں طلاق لے لوں گی اور قصے کو یہیں تمام کردوں گی۔تم اپنی راہ لو اور میں اپنی راہ! یہ بہت بری صورتحال ہے۔ کچھ خواتین ایسی ہیں جو اس بات کی کوشش کررہی ہیں کہ خواتین کی حالت ایسی ہو جائے۔یقین رکھیے یہ بات خود خواتین کیلئے مضر ہے اور انہیں کبھی فائدہ نہیں پہنچا سکے گی کیونکہ یہ سوچ، خاندان کی بنیادوں کو متزلزل کردیتی ہے۔

گھر كي چار ديواري اور عفت و ناموس، گھر کے محافظ ہيں

محرم و نامحرم، حجاب، نگاہ کرنے اور نگاہ نہ کرنے کے مسائل اور غیر صحیح اور نقصاندہ طریقہ زندگی

یہ وہ چیزیں ہیں کہ جن کی اسلام میں بہت زیادہ تاکید کی گئی ہے۔بعض (اسلامی) ممالک میں اور جہاں اسلام نہیں ہے وہاں ان چیزوں کا خیال نہیں رکھا جاتا ہے۔

صحیح ہے کہ یہ مسائل مرد و عورت کیلئے ایک خاص قسم کی محدودیت کا باعث بنتے ہیں لیکن شریعت نے ان قوانین کو خاندانی نظام زندگی اور ایک گھرانے کی بنیادوں کے استحکام، پائیداری، اسکی حفاظت اور خوشحالی کیلئے وضع کیا ہے۔اگر ان مسائل وقوانین میں ہر انسان تدبر و تامل کرے تو وہ حکمت کے بیش بہا گوہروں کو موجود پائے گا۔

یہ جو آپ دیکھتے ہیں کہ اسلام میں محرم و نامحرم کے مسائل اور مرد و عورت کے الگ الگ ہونے پر اتنی زیادہ تاکید کی گئی ہے یہ دقیانوسی اور فرسودہ باتیں نہیں ہیں کہ جو انسان کو پتھر کے زمانے کی طرف ماضی میں لے جائیں۔یہ باتیں دراصل انسانی اور بشری مفاہیم کا اہم ترین حصہ ہیں۔ان میں سب سے اہم ترین عنصر یہ ہے کہ خاندان کی بنیادیں مستحکم ہوں۔میاں بیوی کا آپس میں احساس وفاداری کرنا اور حسد سے پرہیز کرنا یہ بھی بہت اہم بات ہے۔

اسلام کا دیا ہوا حجاب، اسلام میں حرام کردہ نظریں اور اسلام کا ممنوع کیا ہوا میل جول اور طرزِ معاشرت اسی لیے ہے کہ آپ کا دل اور محبت ایک نکتے پر متمرکز ہو جائے۔اسلام کے بیان کردہ حجاب، چہرے کو چھپانے اور مرد و عورت کے باہمی مخلوط طرز معاشرت کی نفی جیسی باتوں کو دیکھ کر کوتاہ نظر افراد یہ خیال کرتے ہیں کہ یہ صرف ظاہری سی باتیں ہیں، نہیں! حقیقتاً یہ بہت گہری اور عمیق باتیں ہیں۔یہ باتیں اس لیے ہیں کہ خاندان اپنی جگہ قائم رہیں اور میاں بیوی کے دل ایک دوسرے سے جڑے اور گھرانے خوشحال اور مستحکم رہیں۔ان احکام

کی وجہ یہی ہے۔ یہ محرم ہے، وہ نامحرم ہے، فلاں کو نہ دیکھو، فلاں کے ساتھ میل جول اور نشست و برخاست نہ رکھو، فلاں سے ہاتھ نہ ملاؤ، فلاں کے سامنے نہ ہنسو، نامحرم کے سامنے زینت و آرائش نہ کرو اور خود کو دوسروں کے سامنے جلوہ نہ دو، اگر آپ اسلام کی بیان کردہ ان تمام باتوں اور فقہ و شریعت کے بیان کردہ ان تمام پروگراموں پر عمل پیرا ہوں تو آپ کا یہ چھوٹا سا گلشن ہرا بھرا رہے گا اور بلائیں اور آفتیں اِسے کوئی نقصان نہیں پہنچا سکیں گی۔

میاں بیوی اس بات کا اچھی طرح احساس کریں کہ وہ ایک دوسرے سے وابستہ ہیں ان کا وجود ایک دوسرے کے بغیر نامکمل ہے اور وہ ایک گھر میں رہتے ہیں۔ بیوی ہرگز یہ محسوس نہیں کرتی کہ گھر اس کیلئے ایک جھنجھٹ اور اس کے ہاتھ کی زنجیر ہے۔ اسی طرح شوہر بھی یہ احساس نہیں کرتا کہ اس کا گھر اور بیوی اس کیلئے باعث زحمت ہیں۔

اسلام نے اس قدر جو تاکید کی ہے کہ نامحرم کیلئے اپنی آنکھوں کو بند رکھو، تمہاری آنکھیں کوئی بھی حرام چیز نہ دیکھیں تو یہ صرف اس لیے ہے کہ جب آنکھ کسی کو دیکھے گی تو آپ کی بیوی یا میاں کے پیار کا کچھ حصہ بھی اس کی طرف چلا جائے گا۔ (دیکھنے والا) خواہ مرد ہو یا عورت اس میں کوئی فرق نہیں ہے۔ مرد کیلئے ایک اور طرح سے حکم ہے اور عورت کیلئے ایک اور طرح سے فرمان موجود ہے۔ جب پیار کم ہوگا تو محبت بھی کمزور ہو جائے گی اور جب محبت ضعیف ہو گی تو گھر کی بنیادیں بھی متزلزل ہو جائیں گی۔ اس وقت جو چیز آپ کیلئے لازمی و ضروری ہو گی وہ آپ کے ہاتھ سے نکل جائے گی اور جو آپ کیلئے ضرر و نقصان کا باعث ہو گی وہ آپ تک پہنچ جائے گی۔

كامياب ازدواجي زندگي كے سنہرے اصول

ساتواں مرحلہ

آساني اور چھوٹ دينا

الف: شادی بیاہ کی تقریبات میں شاہانہ تجمل اور اسراف

ب: مہر، خلوص وسچائی کی علامت یا لڑکی کی قیمت؟

ج: جہیز زندگی کی آسانی یا فخر ومباہات کا ذریعہ؟

دریچہ

ہم انسانوں کی زندگی میں

سب سے بڑی جس آفت کا سب سے زیادہ مشاہدہ کیا جاسکتا ہے

وہ "کسی کام کو سخت بنا کر انجام" دینا ہے۔

جب ایک کام کو آسانی سے انجام دیا جاسکتا ہے تو ہم اسے مشکل سے کیوں انجام دیتے ہیں؟

درحقیقت اس طرح خود کو اور دوسروں کو مشکل سے دوچار کردیتے ہیں۔

خام خیالی، بے جا قسم کی فکر میں پڑنا اور کاموں کو بغیر کسی سبب کے طول دینا دراصل خود سختی کے جال میں پھنسانا ہے!

ہم اپنی زندگی میں طبیعی، فطری

اور عام طور پر بہت سی مشکلات میں گرفتار ہیں۔

یہ کس قدر احمقانہ بات ہوگی کہ

عقل و منطق کے اصول وقوانین کی عدم پابندی کے ذریعے

ہم اپنے کاموں کو پہلے سے زیادہ مشکل بنادیں!

تمام افراد تھوڑے سے غور وفکر سے یہ بات اچھی طرح جان سکتے ہیں کہ

کسی بھی کام کو سنجیدگی، توجہ، مستحکمی، منظم اور بہترین انداز سے انجام دینے اور اُسے پیچیدہ، سخت اور مشکل بنانے میں زمین آسمان کا فرق ہے۔

کاموں کو مشکل بنا کر انجام دینا فرصت کو ختم کردینا ہے، عمر کو برباد کرتا ہے اور کامیابی کے امکان کو کم اور افسردگی وسردمہری کو زیادہ کرتا ہے۔

اِس کے ساتھ سرمائے کو نابود کر کے زندگی کو تلخ بناتا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ حضرت ختمی مرتبت ؐ

ایسے افراد سے جو کاموں کو سخت بناتے اور سخت گیری سے پیش آتے ہیں، دوری اختیار کرتے ہوئے خود کو ان سے دور کرتے ہیں۔

"وَمَا اَنَا مِنَ الْمُتَكَلِّفِيْنَ"[1]۔

ہمارے معاشرے میں موجود بہت سے گھرانے اور خاندان

اِس خطرناک آفت و بیماری میں مبتلا ہیں،

جس کی وجہ سے بہت سے اہم مسائل رو بہ زوال ہیں۔

اِن جملہ مسائل میں سے ایک اہم اور تقدیر ساز مسئلہ شادی ہے۔

آداب و رسومات کی بجا آوری اور آبرومندی، اسٹیٹس، معاشرتی حیثیت اور ناک کا مسئلہ بنانے اور

دولہا دلہن کی شان و شوکت کو بڑھانے کے بہانے سے ہم نے

زندگی کے ان یادگار اور شیریں لمحات کو

ایک وحشتناک خواب میں تبدیل کر دیا ہے۔

اِس تلخ اور کڑوی بیماری نے بہت سے نوجوانوں کو

اپنی زندگی اور گھر بسانے سے نا اُمید کر دیا ہے،

جبکہ بہت سے دوسروں کو ان کی مشترکہ زندگی کی ابتدا میں ہی

بہت سی مشکلات سے دوچار کر دیا ہے۔

بہت سے گھرانے اپنی اولاد کی شادی کی عمر نزدیک آنے پر

خوشی و سرور کے بجائے اضطراب و پریشانی کا اظہار کرتے ہیں۔

غیر شادی شدہ رہنے کی طولانی مدت اور شادی میں تاخیر سے پیدا ہونے والی

ثقافتی، تربیتی اور اخلاقی مشکلات نا قابلِ شمار ہیں۔
جہیز کی لعنت کے نتیجے میں ایک مشقت اور دردسر والی زندگی نے

----

۱ سورہ ص آیت ۸٦۔ ''اور میں نہ بناوٹ کرنے (اور نہ غلط بیان کرنے) والا ہوں''۔

دونوجوانوں کی زندگی کی شیرینی کو تلخی میں تبدیل کر دیا ہے۔
اِس اجتماعی اور معاشرتی بیماری میں ہم سب برابر شریک ہیں،
لیکن ہم سب میں سے
اِن تمام مسائل کو مشکل بنانے والے خاندان،
خدا کے سامنے سب سے زیادہ جوابدہ ہیں۔
لٰہذا اس اجتماعی مشکل کو برطرف کرنے کے لیے ہم سب کو میدان عمل میں آنا ہوگا
تا کہ اس خدائی حکم اور آسمانی رشتے اور جاہلیت کو قید و بند سے نجات دیں
اور نوجوانوں کیلئے زندگی کے راستے کو ہموار کریں۔
ان جاہلانہ رسوم وآداب اور احمقانہ روش اور طرزِ فکر کے منحوس اثرات کو
اِس فطری ناموس اور اسلامی سنت میں جگہ جگہ دیکھا جا سکتا ہے۔
اپنے ہمسفر (میاں یا بیوی) کے انتخاب میں ہم نے لڑکے لڑکی کے کفو
اور ہم پلہ ہونے میں دین، تقوی اور اخلاق کی جگہ

بہت سی عجیب وغریب شرائط کو داخل کر دیا ہے!

مہر، جو انسان کی سچائی وصداقت کیلئے ہدیہ ہے

اور سنت نبوی• میں جس کے مال و دولت ہونے کی فکر پر کوئی توجہ نہیں دی گئی ہے

بلکہ جس کے کم ہونے کو دلہن کے نیک قدم

اور اچھے شگون کی علامت قرار دیا گیا ہے، کو لڑکیوں کی قیمت میں تبدیل کر دیا ہے!

جہیز نے جو والدین کی اپنی اولاد سے محبت و دوستی کی نشانی

اور اِن کی مشترکہ ازدواجی زندگی کے آغاز کو

سہل اور آسان بنانے کا وسیلہ ہے، ان کی زندگی کی راہ کی رکاوٹ

اور خاندانوں کیلئے ایک بڑی مصیبت بنا دی ہے!

شادی، بارات اور ولیمے کے جوڑوں اور دیگر چیزوں کی خریداری

اور شاپنگ کے نام پر لمبے چوڑے خرچوں کو نوجوانوں اور ان کے گھر والوں پر تھونپ دیا ہے۔

شادی بیاہ اور ولیمے کی تقریبات

جو دو خاندانوں کی خوشی اور سرور کا ذریعہ ہیں، کے لیے فضول خرچی، اسراف

اور زبردستی کے خرچوں کی اسقدر کڑی شرئط لگا دی گئی ہیں

کہ ان شادیانوں کے پیچھے اشکبار آنکھیں

اور غم کے دریا میں ڈوبے ہوئے دل نظر آرہے ہیں۔

توجہ فرمایئے کہ

جس چیز میں خدا اور اس کے رسول • کی مرضی وخوشی ہے

اور اُس چیز میں جسے ہم انجام دیتے ہیں، کتنا زیادہ فاصلہ ہے؟

ہمیں صدق دل سے اعتراف کرنا چاہیے

کہ آسان اور سادی شادی کیلئے شریعت نے

جتنی تاکید کی ہے ہم نے اس کے مقابلے میں اسے مشکل بنانے میں ہی قدم اٹھایا ہے۔

جھوٹی حیثیت آبرو اور اسٹیٹس کی یہ دوڑ نجانے کب ختم ہوگی؟

اس معاشرتی انحراف اور ناسور کی تدبیر و دوا کے لیے

ہم ''اُس'' کی محفل میں آئے ہیں۔

وہ اپنی حکیمانہ نظروں سے درد کو بھی پہچانتا ہے

اور شفا کیلئے اپنا طبیبانہ نسخہ بھی دیتا ہے،

مصلحانہ انداز میں نصیحت بھی کرتا ہے

اور ہم سب کو

رسول • اکرم

اور علیؑ و فاطمہؑ کی سیرت کی طرف

دعوت بھی دیتا ہے۔

الف: شادي بياه کي تقريبات ميں شاہانہ تجمل اور اسراف

اسلامي شادي کي سادہ مگر پررونق محفل

اگر آپ مختلف اقوام عالم میں شادی کی تقریبات کو ملاحظہ کریں تو آپ اسلام میں شادی کی تقریب کو سادہ پائیں گے۔ البتہ جشن و سرور اور خوشی منانے اور اس کے اظہار کرنے میں کوئی عیب نہیں ہے۔ ہر کوئی اپنے ذاتی میل اور شوق کی بنا پر جتنا چاہے خوشی و مسرت کا اظہار کرے لیکن یہ سب شادی کی دینی تقریبات اور دین کا حصہ نہیں ہے۔ جو بھی چاہے وہ یہ کام انجام دے سکتا ہے اور جو نہ چاہے وہ انجام نہ دے مثلاً وہ حتماً ایک معبد و عبادت خانے (گرجا گھر) میں جا کر کسی کے سامنے دوزانو ہو کر فلاں فلاں کام انجام دیں۔ وہ تمام مراسم اور رسومات جو دوسری قوموں میں موجود ہیں اسلام میں نہیں ہیں۔

اسلام میں صرف ایک شرعی صیغہ (نکاح) ہے کہ جسے پڑھنا چاہیے۔ البتہ اسلام میں مختلف معاملات اور لین دین کہ جن کی اہمیت شادی سے کم ہے، میں ہم گواہ بناتے ہیں۔ اب تو باقاعدہ نکاح رجسٹرار نکاح نامے کو رجسٹرڈ کرتا ہے، رجسٹرڈ کرانے کے اپنے دفاتر ہیں اور اس کام میں کسی قسم کے شاہانہ ٹھاٹھ باٹھ، دکھاوے اور فضول خرچی کی ضرورت نہیں ہے۔ لوگ بہت آسانی اور بغیر اسراف و فضول خرچی کے شادی کا یہ مقدس کام انجام دے سکتے ہیں۔

اسلامي نكاح يا جاهلي نكاح

شریعت نے شادی سے زمانہ جاہلیت کی قیدو شرط کو ہٹا کر اسے ایک نئی فکر، شرائط اور خاص طریقہ کار عطا کیا ہے۔ اگر ہم کوئی ایسا کام کریں کہ ہماری شادی کی تقریبات اسلام کی دور کردہ چیزوں سے پاک اور اسلام کے بتائے ہوئے طریقہ کار سے آراستہ ہوں تو ہماری یہ شادیاں اسلامی کہلائیں گی اور نکاح بھی پیغمبر اسلام • کی خوشنودی کے مطابق انجام پائے گا۔لیکن خدانخواستہ اگر ہم نے اسلام کی طرف سے ممنوع شدہ اور زمانہ جاہلیت کی رسومات کو اپنی شادی میں جگہ دی تو اس وقت ہمارا نکاح اور تقریبات جاہلانہ کہلائیں گی۔

ہم مسلمان ہیں اور ہمارا نام بھی مسلمان ہے لیکن ہمارا کام غیر اسلامی اور جاہلانہ ہوگا۔ یا اگر وہ چیزیں کہ اسلام نے شادی میں جن کا خیال رکھنے کا حکم دیا ہے، خیال نہ رکھیں تو اس وقت بھی ہماری شادی کامل طور پر اسلامی نہیں ہوگی۔ اگر شادی اسلامی طریقے سے انجام پائے یعنی قرآن اور اسلام کی بیان کردہ روش کے مطابق تو زندگی بھی شیریں ہوگی اور میاں بیوی اچھی زندگی گزاریں گے۔

شادي كو آسان بنائيں، خدا آپ كي مدد كرے گا

جب بھی شادی کی بات ہوتی ہے تو نوجوان یہ کہتے ہیں کہ اگر ہم ابھی شادی کریں تو گھر اور کام کیلئے کیا کریں گے؟ یہ وہی شرائط اور پابندیاں ہیں کہ جو ہمیشہ اصلی اور بنیادی کاموں کا

راستہ روکتی ہیں۔ خداوند عالم ارشاد فرماتا ہے کہ

"إِن يَكُونُوا فُقَرَاءَ يُغْنِهِمُ اللَّهُ مِن فَضْلِهِ"

(اگر وہ فقیر وضرورت مند ہوں گے تو خدا انہیں اپنے فضل سے غنی کر دے گا) یعنی خداوند عالم ان کی مدد کرے گا۔ آپ شادی کریں۔

جو لوگ (فقر کے خوف کو شادی کی راہ میں رکاوٹ بننے سے روکتے ہوئے) شادی کرتے ہیں تو یہ شادی ان کی معیشت میں کسی خاص مشکل کا سبب نہیں بنتی ہے بلکہ اس کے برعکس خدا انہیں اپنے فضل وکرم سے غنی بھی کرتا ہے۔ جی ہاں یہ خداوند عالم کا قول ہے! لیکن ہم اپنے لیے ایک کی جگہ دس غیر ضروری خرچ کرتے ہیں، زندگی کے غیر ضروری اوراضافی خرچوں کو بڑھاتے ہیں اور جھوٹی ضرورتوں کو وجود میں لاتے ہیں۔

جی ہاں جب یہ ہوگا تو مشکل تو پیش آئے گی۔ غلطی کس کی ہے؟ پہلے درجے پر غلطی اہل ثروت اور متمول افراد کی ہے، وہ افراد جو زندگی کی آسائشوں سے بہرہ مند ہوں، جو سطح زندگی کو اوپر لے جاتے ہیں، خواہشات، توقع، امیدوں، جھوٹی آرزوؤں اور غیر ضروری حاجتوں کی سطح کو بلند کرتے ہیں۔ اس کے بعد بعض اعلیٰ حکام کی غلطی ہے کہ جن کو آ کر عوام کے سامنے ان چیزوں کیلئے بولنا اور آسان شادی کے وسائل فراہم کرنا چاہیے لیکن وہ یہ کام انجام نہیں دیتے ہیں۔ ہم یہ نہیں کہنا چاہتے ہیں کہ نوجوانوں اور ان کی شادی کی نسبت حکومتوں کی کوئی ذمے داری نہیں ہے۔ لیکن ایک اسلامی معاشرے میں اس چیز کو رواج پانا چاہیے کہ شادی ایک ضرورت ہے اور اسے صحیح وقت پر اپنی سادگی کے ساتھ انجام پانا چاہیے۔

یہ جولڑکیاں کہتی ہیں کہ ہم ابھی شادی کیلئے تیارنہیں ہوئے ہیں یالڑکے جو یہ کہتے ہوئے نظر آتے ہیں کہ شادی ابھی ہمارے بس کی بات نہیں، ان کی یہ باتیں کوئی معقول اور منطقی نہیں ہیں۔ زندگی کے بہت سے مسائل میں ہم دیکھتے ہیں نوجوان آمادہ ہیں، ان کی وضع زندگی بھی اچھی ہے۔ وہ خودبھی اچھے ہیں اور مسائل کو اچھی طرح سمجھتے اور درک کرتے ہیں۔ لیکن سمجھنا چاہیے کہ رشتہ ازواج میں منسلک ہونا دراصل ایک قسم کا عہدو پیمان اور ذمے داری ہے ۱۔ انسان کی ذمے داری کو قبول نہ کرنے کی یہ عادت اس کام کی انجام دہی میں تھوڑی بہت رکاوٹ بن جاتی ہے۔

اظہارِ خوشی اور مہمانوں کی دعوت، درست مگر اسراف نہ ہو!

عیاشی، شاہانہ خرچ، فضول خرچی اور اسراف ایک معاشرے کیلئے مضر اور نقصاندہ ہیں۔ وہ لوگ جو شاہانہ ٹھاٹھ باٹھ اور فضول خرچی کی مخالفت کرتے ہیں تو اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ وہ زندگی کی لذتوں اور خوشیوں سے بے خبر ہیں۔ نہیں! بلکہ وہ ان کاموں کو معاشرے کیلئے نقصاندہ جانتے ہیں بالکل ایک مضر دوا یا فاسد خوراک کی مانند۔ بیش از حد خرچے اور تصنع و تجملات معاشرے کو نقصان پہنچاتے ہیں لیکن اگر یہ معقول و مناسب حد پر رہیں تو اس میں کوئی عیب نہیں ہے۔ لیکن اگر انہی چیزوں میں دوڑ شروع ہوجائے اور ایک دوسرے پر سبقت لینے کا خیال ذہن میں آئے تو یہ اپنی حد سے تجاوز کرکے آگے بڑھ جائے گا۔

۱ جب آپ کہیں نوکری کرتے ہیں خواہ وہ حکومتی محکمہ ہو یا پرائیوٹ ادارہ تو آپ کے اس

ادارے میں ایک مقام و پوسٹ کی مناسبت سے آپ کی تنخواہ مقرر کی جاتی ہے لیکن جب آپ کو اعلیٰ درجے کیلئے ترقی دی جاتی ہے تو آپ کی تنخواہ بھی بڑھتی ہے، الاؤنس میں بھی اضافہ ہوتا ہے، گاڑی بھی ملتی ہے اور پی آر بھی بڑھتی ہے لیکن ان سب کے ساتھ ساتھ آپ کی ذمے داری بھی بڑھتی ہے اور آپ کے ماتحت افراد میں بھی اضافہ ہوتا ہے۔ ہر آدمی اپنی ترقی سے خوش ہوتا ہے۔ لیکن کیا آپ اس ذمے داری سے پہلو تہی کرنے کی وجہ سے تنخواہ، تمام الاؤنس اور دیگر مراعات سے صرف نظر کریں گے؟ ہرگز نہیں آپ عہدے کی ترقی کے ساتھ ساتھ ذمے داری کو بھی قبول کرتے ہیں۔ اسی طرح شادی میں بھی انسان کو بہت سی سہولیات ملتی ہیں لیکن ساتھ ہی ذمے داری بھی بڑھتی ہے۔ اب آپ کے ساتھ آپ کی بیوی اور آپ کا چھوٹا سا خاندان بھی ہوتا ہے۔ (مترجم)

کچھ لوگ ہیں کہ جو (غذا میں) اسراف کرتے ہیں، اسے پھینکتے اور گراتے ہیں۔ آج کے موجودہ زمانے میں جبکہ بہت سے فقیر ہمارے معاشرے میں ہیں اور بہت سے ایسے افراد بھی ہیں کہ جو زندگی کی بنیادی سہولیات سے بھی محروم ہیں، یہ کام سراسر اسراف وفضول خرچی ہے، اپنی حد سے بہت زیادہ ہے اور بے بنیاد بھی۔ جو بھی یہ کام کرے گا برا کرے گا۔

کچھ لوگ ہیں کہ جو انہی کاموں سے ثواب حاصل کرنے کے بجائے گناہ و عذاب حاصل کرتے ہیں۔ حرام کا مطلب صرف یہ نہیں ہے کہ محرم و نامحرم اور دیگر مسائل کا خیال نہ رکھا جائے، صحیح ہے کہ یہ بھی حرام کام ہیں لیکن بیش از حد خرچ کرنا اور فضول خرچی کرنا بھی حرام ہے، زندگی کی سہولیات سے محروم اور تہی دست افراد کی دل آزاری بھی بہت سے موارد میں

حرام ہے۔ اسی طرح بیٹی کے جہیز کو بنانے میں حلال و حرام کی پرواہ نہ کرنا اور ان وسائل میں افراط سے کام لینا بھی حرام ہے۔

میں ان لوگوں سے ہرگز راضی نہیں ہوں کہ جو شادی کی تقریبات اور اس سے مربوط مسائل میں اسراف و فضول خرچی سے دوسروں کے لیے مشکلات کے پہاڑ کھڑے کرتے ہیں۔ ہم خوشی کے اظہار، جشن منانے اور مہمانوں کی دعوت کرنے کی حمایت کرتے ہیں لیکن ان سب میں اسراف و فضول خرچی کے مخالف ہیں۔

بہت سے ایسے لڑکے لڑکیاں ہیں جو اہلِ ثروت کی عیاشیوں اور فضول خرچیوں کی وجہ سے اپنے پاس زندگی کے وسائل میں کمی، حزن و غم اور ایک قسم کی ملامت کا احساس کرتے ہیں اور اُن میں احساسِ کمتری پیدا ہوتا ہے۔

یہ بڑے بڑے ہوٹل اور شادی ہال شادی کو شیریں نہیں بناتے

اِن بڑے بڑے اور پُر خرچ ہوٹلوں، شادی ہالوں اور فضول خرچی والی تقریبات کو چھوڑ دیجیے۔ ممکن ہے کہ کوئی کسی شادی ہال میں سادہ سی شادی کی تقریب منعقد کرے تو اس میں کوئی عیب نہیں ہے۔ میں یہ نہیں کہتا کہ شادی ہال میں کسی بھی صورت میں شادی نہ کی جائے۔ چونکہ بعض گھروں میں اتنی گنجائش نہیں ہوتی اور وہاں امکانات اور سہولیات بھی نہیں ہوتی ہیں (تو اس صورت میں شادی ہال کو استعمال کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے) لیکن اسراف نہ کریں۔ شادی میں خوشی کا اظہار کرنا، مہمانوں کو دعوت دینا، رشتہ داروں، نزدیکی

افراد اور دوستوں کو مدعو کرنا اچھی بات ہے لیکن اسراف کرنا برا ہے اور نہ ہی مسلمان قوم کے شان کے مطابق ہے۔

شادی، نکاح اور ولیمے کی تقریبات اور جشن ومسرّت اچھی چیز ہے۔ حتیٰ کہ رسول ختمی مرتبت • نے بھی اپنی صاحبزادی کی شادی کے موقع پر ایک محفل منعقد کی، خوشی ومسرّت کا اظہار کیا، لوگوں نے اشعار پڑھے، خواتین نے تالیاں بجا کر خوشی کا اظہار کیا۔ لہٰذا آپ کی کوشش یہ ہونی چاہیے کہ شادی کی تقریبات اور اس سے مربوط مسائل میں اسراف نہ ہو۔

ہمارے یہاں کی شادی، ولیمہ، مہندی اور چوتھی وغیرہ کی پُرخرچ محافل، اسراف وفضول خرچ کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔ مہنگے ہوٹلوں اور گراں قیمت شادی ہالوں میں تقریبات منعقد کی جاتی ہیں، انواع واقسام کے کھانوں، پھلوں اور میٹھے پر بہت زیادہ رقم صرف کی جاتی ہے، کھانے زمین پر گرتے ہیں، کوڑے میں پھینکا جاتا ہے اور یوں غذا ضائع ہوتی ہے۔ کس لیے؟ صرف حیثیت، آبرو اور اسٹیٹس دکھانے کے لیے؟ ! صرف اس لیے کہ اسراف کی دوڑ میں پیچھے نہ رہ جائیں؟!

فضول خرچی نہ کریں۔ اگر آپ نے فضول خرچی کی تو نہ صرف یہ کہ آپ نے خود کو نقصان پہنچایا بلکہ لوگوں کو بھی نقصان سے دوچار کیا۔ آپ نے اپنے نوجوانوں لڑکے لڑکیوں کی اُمیدوں اور آرزوؤں کا بھی گلا گھونٹا اور رسولِ اکرم • کی نگاہوں میں خود کو بے آبرو کیا اور آپ نے اپنے اس کام سے خود کو امامِ زمانہؑ کی نظروں سے بھی گرادیا۔ آپ کی فضول خرچی اور اِسراف، خلافِ شریعت کام حساب کیا جائے گا۔

ایک اچھی شادی وہ نہیں ہے کہ جس میں روپیہ پانی کی طرح بہایا جائے بلکہ ایک اچھی شادی وہ ہے جو بناوٹ، ریا اور تصنّع کے بغیر انجام پائے۔ جب ایک شادی میں ان تمام امور کا خیال رکھا جائے گا تو وہ شادی اچھی ہوگی خواہ وہ ایک مختصر سی محفل ہی کیوں نہ ہو۔ گھر کے ایک دو کمروں میں عزیز و اقارب، ملنے جلنے والے اور دوست جمع ہوں تو یہ شادی اچھی شادی ہے۔ مہنگے ہوٹلوں اور پُرخرچ شادی ہالوں میں لمبی لمبی دعوتیں، لمبے لمبے دسترخوان پر چُنے ہوئے انواع واقسام کے کھانے، مہنگے ترین امکانات و وسائل اور لمبے خرچے پانی، ان میں سے کوئی بھی چیز شادی سے مناسبت نہیں رکھتی ہے۔ میں نہیں کہتا کہ یہ چیزیں شادی (نکاح) کو باطل کر دیتی ہے۔ نہیں! شادی اپنی جگہ صحیح کہلائے گی لیکن یہ تمام چیزیں زندگی اور معاشرے کے ماحول کو خراب اور کڑوا بنا دیتی ہیں۔

گزشتہ زمانے میں یہ بڑے بڑے شادی ہال نہیں تھے اور نہ ہی ان چیزوں کا کوئی وجود تھا۔ ایک دو کمروں میں محفل منعقد کرتے تھے، مہمان آتے تھے اور ان کی پذیرائی ہوتی تھی۔ کیا اس زمانے کی شادیاں آج سے زیادہ بے برکت و بے رونق تھیں؟ کیا لڑکیوں کی عزّتیں آج کے زمانے سے کمتر تھیں کہ شادیوں کو رونق بخشنے اور لڑکیوں کی عزّت و آبرو بڑھانے کیلئے بڑے بڑے ہالوں میں جائیں۔

ٹھیک ہے بذات خود بڑے شادی ہالوں میں (مہمانوں کی تعداد کو مدِّنظر رکھتے ہوئے) شادی کرنے میں کوئی عیب نہیں ہے، میں ان شادی ہالوں کی مخالفت نہیں کرتا ہوں لیکن ان سب فضول خرچیوں، اسراف، شاہانہ ٹھاٹھ باٹھ، تجمل اور ریا کا مخالف ہوں۔ لیکن اب کچھ

لوگ ہوٹل میں جا کر شادی کریں تو یہ کام غلط ہے اور شادی ہالوں کی موجودگی میں اس کو اس کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔

آپ شادی کی تقریبات کو جتنا مختصر اور سادہ منعقد کریں گے اتنا ہی بہتر ہے۔ آپ اپنے اس فعل سے غریب، تہی دست اور نادار افراد کی ہمّت افزائی کیجئے اور اُن کیلئے راہ ہموار کریں تا کہ وہ مایوس نہ ہوں۔

بعض حکام کی غلطی

یہ تو معلوم ہو گیا کہ بڑے ہوٹلوں اور فضول خرچی والی تقاریب، دعوتیں اور شادیاں نہ تو اہلِ علم کی شان کے مناسب ہیں اور نہ ہی پرہیز گار اور مومن افراد کی شان و مقام کے۔ یہ سب طاغوتی اور شاہی دور کی چیزیں ہیں۔

افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ بعض افراد آج بھی غلطی کر رہے ہیں۔ چونکہ شاہ کے دور میں اعلیٰ حکام اور بڑے بڑے افراد ایسا کرتے تھے اور آج یہ بھی بڑے بن گئے ہیں لہٰذا سوچتے ہیں کہ ہمیں بھی یہ کام کرنے چاہییں۔ نہیں جناب، وہ لوگ طاغوتی تھے اور اہلِ دنیا تھے اور ہمارا تعلق علما سے ہے اور جو لوگ عالمِ دین نہیں ہیں وہ دیندار ہیں۔ ہماری زندگی بھی دوسری طرح کی ہے اور عمل بھی، ہماری منش وطبیعت بھی دوسری طرح کی ہے اور اخلاق بھی۔ ہمارا ہدف بھی اُن سے بالکل مختلف ہے اور نہ ہی ہمیں اُن کی تقلید کرنی چاہیے۔ ہمیں ایسا کام کرنا چاہیے کہ لوگ ہماری پیروی کریں۔

یہ عزت و آبرو نہیں ہے!

کچھ لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ بڑے بڑے ہوٹلوں اور پُرخرچ شادی ہالوں میں شادی کی تقریبات منعقد کرنا، شاہانہ ٹھاٹھ باٹھ اور اسراف دولہا دلہن کی سربلندی اور عزت و شرف کا باعث بنتا ہے! دولہا دلہن کی عزت و سربلندی ان کی انسانیت، تقویٰ، پاکدامنی، اور ان کی نظروں کی بلندی ہے نا کہ یہ چیزیں۔

جان لیں کہ شادی کو سادہ بنانا خواہ مہر کی رقم ہو، جہیز ہو یا بارات و ولیمے کی تقریب، باعثِ ننگ و شرم نہیں ہے جیسا کہ کچھ لوگ خیال کرتے ہیں کہ اگر ہم اپنی بچی کی شادی سادہ کریں گے تو ہماری بیٹی کا سر شرم سے جھک جائے گا، نہیں! یہ آپ کی غلطی ہے۔

ہم تہی دست اور نادار افراد کو نصیحت کرتے ہیں کہ قرض لینے کے لیے اِدھر اُدھر ہاتھ پیر نہ ماریں، صرف اس لیے کہ اپنی عزت و آبرو کو محفوظ رکھیں! عزت و آبرو کیا ہے؟ کیا یہی ہے عزت و آبرو!؟ اگر ہم آنکھیں کھول کر حقیقت کو دیکھیں تو یہ عزت نہیں ہے۔ کچھ لوگ ہیں کہ جو قرضدار بنتے ہیں تا کہ معاشرے میں آبرومند رہیں! یہ کام سراسر غلط اور بے بنیاد ہے۔

فضول خرچی کرنے والوں کا حساب کتاب بہت سخت ہے

میں ملک کے تمام لوگوں کو اس بات کی تاکید کرتا ہوں کہ شادی کو آسان بنائیں۔ بعض لوگ ہیں کہ جو شادی کو مشکل بناتے ہیں۔ مہر کی بڑی بڑی رقمیں اور جہیز کی لمبی لمبی لسٹیں ہی شادی

کو مشکل بناتی ہیں۔لڑکے کے گھر والے ایک زبردست قسم کے جہیز کی توقع کیوں رکھیں؟ لڑکی کے گھر والے، رسم و رواج اور فضول خرچی کی دوڑ میں آگے نکلنے کے لیے زیادہ جہیز کیوں دیں؟ اور شادی کی تقریب کو رنگین بنانے کے لیے فضول خرچی کیوں کریں؟ آخر ان سب کا کیا نتیجہ نکلے گا؟ اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ لڑکے بغیر شادی کے زندگی گزاریں اور لڑکیاں گھروں میں ہی بیٹھی رہیں اور کسی میں اس بات کی جرآت نہیں ہوگی کہ وہ شادی کا خیال بھی کرے۔

وہ لوگ جو فضول خرچی اور اسراف کے ذریعے شادی کرتے ہیں کیا ان لوگوں سے زیادہ خوش قسمت ہیں کہ جو سادہ طریقے سے شادی کرتے ہیں؟ کون ہے کہ جو ایسا دعویٰ کر سکتا ہے؟ یہ کام صرف کچھ نوجوان لڑکے لڑکیوں کی آرزوؤں کا گلا گھونٹنے، ان کی زندگی کو تلخ بنانے کے علاوہ کچھ اور نہیں کر سکتا۔یعنی یہ لوگ اگر اس طرح شادی نہیں کر سکے تو یہ حسرت ان کے دل میں ہمیشہ کے لیے دفن ہو جائے گی یا وہ شادی ہی نہیں کر سکیں گے۔ چاہیں گے کہ ہم لڑکی کو دلہن بنا کر گھر لائیں لیکن جب اس کے خالی ہاتھوں کو دیکھیں گے تو یہ ان کی حسرت بن جائے گی اور لڑکی گھر میں ہی بیٹھی رہ جائے گی اور یوں یونیورسٹی کے طالب علم، مزدور یا معمولی تجارت اور دکان والے یونہی غیر شادی شدہ رہیں گے۔

میں یہ خیال کرتا ہوں کہ جو لوگ اسراف والی تقریبات، مہر کی بڑی بڑی رقموں اور جہیز کی لمبی لمبی لسٹوں سے اس امرِ مقدس کو دوسروں کے لیے مشکل بناتے ہیں تو خداوند عالم ان کا بہت سخت حساب لے گا۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ وہ یہ کہیں کہ جنابِ عالی ہمارے پاس دولت ہے اور ہم

جو چاہیں کریں گے۔ یہ سب غلط باتیں ہیں۔ مال و دولت ہونا تو اس بات کی دلیل نہیں بنتا کہ دوسروں کی دل آزاری کریں اور ان کی خواہشات کا گلا گھونٹیں!

کیا یہ بات درست ہے کہ جب انسان کے پاس مال و دولت ہو تو وہ ایسا قدم اٹھائے کہ دوسرے وہ کام انجام نہ دے سکیں؟ نوجوانوں میں اس بات کی جرآت نہ ہو کہ وہ شادی کے لیے اقدامات کریں؟ ایسا کوئی کام نہیں ہونا چاہیے کہ جس کی وجہ سے نادار اور تہی دست افراد، وہ لوگ جن کا ان تمام باتوں کیلئے دل راضی نہیں ہوتا، جن کی فکریں اس فضول خرچی کے خلاف ہیں اور وہ یہ قصد نہیں رکھتے یہ تمام لوگ شادی نہ کر سکیں۔

بیکار زحمت و مشقت

اسراف، فضول خرچی اور دیگر کاموں کو انجام نہ دیجیئے، اس فضول خرچی میں آپ کی بھلائی نہیں ہے اور خدا بھی اس کام سے راضی نہیں ہے۔ آپ خود کو ایک بیکار قسم کی زحمت و مشقت میں ڈال رہے ہیں۔ اس تمام فضول خرچی کے عوض اس کا دسواں حصہ اگر ایک فقیر اور مستحق فرد کو دیں تو گویا آپ نے تمام عالم کے برابر ثواب حاصل کیا۔ کیا یہ لوگ دیوانے ہیں کہ جو بغیر اجر و ثواب اور رضائے الٰہی کے اتنی فضول خرچی کرتے ہیں؟ حتیٰ کہ لوگ بھی ان سے خوش نہیں ہیں۔ ایسے فضول خرچ افراد سے لوگ بھی راضی نہیں ہیں۔ آپ صرف خدا کو راضی کیجیئے۔

اسرافِ بالغرض اگر گناہ نہیں تو ثواب بھي نہیں

اگر آپ فلاں ہوٹل میں دعوت کریں اسراف کریں اور نئے نئے قسم کے پھل لے کر آئیں تو کیا آپ کی محفل میں کوئی رونق اور برکت آجائے گی؟ البتہ ایسی مہمانی اور دعوت کا خدا کے یہاں کوئی اجر نہیں ہے۔ جان لیجئے کہ اس کا رتی برابر ثواب نہیں ہے۔ اسراف کرنا اگر گناہ نہ ہو کہ البتہ گناہ ہے بالفرض کسی ایک صورت میں اگر گناہ نہ ہو تو بھی ثواب نہیں ہے۔ آپ اپنے اس فعل سے سینکڑوں نوجوان لڑکے لڑکیوں کو شادی کی دعوت دینے سے محروم کر رہے ہیں۔ کیونکہ وہ آپ کے فعل کو دیکھتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ آپ کا مقابلہ کریں لیکن وہ اس بات پر قدرت نہیں رکھتے اور یوں شادی کا مقدس امر تاخیر کا شکار ہو جاتا ہے۔

آلِ رسول کي تقلید کریں

عالم ہستی کی سب سے بہترین دختر اور دلہن حضرت فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا تھیں۔ اس طرح اس عالم کی سب سے بہترین شخصیت اور داماد حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السّلام تھے۔ آپ یہ دیکھئے کہ انہوں نے کیسے شادی کی؟ ہزاروں خوبصورت، اچھے حسب ونسب، صحت مند اور محبوب نوجوان امیر المومنین حضرت علی ابن ابی طالبؑ کے ایک بال کے برابر بھی نہیں ہیں۔ اسی طرح ہزاروں نوجوان خوبصورت وزیبا اور بہترین حسب و نسب والی لڑکیاں بھی حضرت زہرا سلام اللہ علیہا کے ایک بال کی برابری بھی نہیں کر سکتیں۔ یہ

افراد خداوندِ عالم کی بارگاہ میں عرفان وقربِ الٰہی کے بلند و بالا مقامات کے حامل ہیں اور ان کا شمار اپنے زمانے کی بڑی عظیم شخصیات میں ہوتا تھا۔

حضرت فاطمہؑ تو حضرت ختمی مرتبت • کی صاحبزادی تھیں کہ جو پوری اسلامی دنیا کے سربراہ اور حاکم مطلق تھے جبکہ حضرت علیؑ سپاہِ اسلام کے پہلے نمبر کے سردار تھے۔ آپ توجہ کیجئے کہ انہوں نے کیسے شادی کی؟ کتنا کم مہر اور کتنا کم جہیز اور خدا کے نام اور اس کی یاد و ذکر کے ساتھ ان کی زندگی کی ابتدا ہوئی۔ یہ ہمارے لیے بہترین مثال اور اسوہ ہیں۔ اسی زمانے میں بہت سے ایسے جاہل افراد تھے کہ جن کی بیٹیوں کے مہر کی رقم بہت زیادہ تھی۔ مثلاً ایک ہزار اونٹ ۱۔ کیا ان لڑکیوں کا مقام حضرت زہرا سلام اللہ علیہا سے زیادہ اونچا تھا؟ آپ ان کی تقلید کرنے کے بجائے دخترِ پیغمبر • کی تقلید و پیروی کریں اور امیر المومنینؑ کو اپنے لیے نمونہ عمل قرار دیں۔

دلہن کے لیے کرائے کا لباس!

بعض لوگ ہیں کہ جو دلہن کا بہت مہنگا لباس خریدتے ہیں آخر کیوں؟ اس کی کیا ضرورت ہے؟ بہت سے لوگ جو دلہن کے لیے لباس بنوانا چاہتے ہیں وہ دلہن کے لیے کرائے پر لباس لے کر آتے ہیں۔ اس میں کیا حرج ہے؟ کیا یہ شرم و عیب کی بات ہے؟ ہرگز نہیں! اس میں ننگ و عیب کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا اور نہ ہی اس میں کوئی چیز مانع ہے۔

بعض لوگ اس چیز کو اپنے لیے عیب تصور کرتے ہیں۔ انسان کے لیے ننگ و شرم تو یہ ہے کہ وہ

ایک خطیر رقم خرچ کر کے ایک چیز خریدے اور ایک بار استعمال کرنے کے بعد اِسے دور پھینک دے۔ ٢ صرف ایک بار استعمال کرنے کیلئے اتنی زیادہ رقم! اور وہ بھی اس معاشرے میں جہاں بعض لوگوں کے پیٹ بھرے ہیں اور بعض حقیقتاً نیازمند اور مستحق بھی موجود ہیں۔

ب: مہر، خلوص و سچائي کي علامت ہے يا لڑکي کي قيمت؟

پیغمبر نے زمانہ جاہلیت میں مہر کي رسم کو توڑ دیا

وہ شخصیت جو خود مہر کو بتانے والی ہے، نبی اکرم • کی شخصیت ہے کہ جو تمام کائنات میں سب سے بلند مقام پر فائز ہیں اور اُن کی عزیز اور پاک و پاکیزہ بیٹی جو اولین و آخرین کی خواتین میں سب سے زیادہ بلند مقام کی مالک ہے اور ان کے شوہر حضرت امیر المومنینؑ ہیں کہ حضرت ختمی مرتبت • کے بعد ازل تا ابد جمیع خلائق سے بہتر و برتر ہیں۔ اِن دونو جوانوں کیلئے جو خوبصورت و وجیہ بھی تھے، صاحب مقام، محترم اور شہرِ مدینہ کی سب سے بڑی اور عظیم شخصیت کے بھی مالک تھے، دیکھئے پیغمبر • نے ان دونوں کے لیے کتنا مہر رکھا تھا؟

پیغمبرِ اسلام • آئے اور اُنہوں نے ان تمام قیود و شرائط اور رسم و رواج کو پامال کر دیا، اس

لیے کہ یہ شادی کی راہ میں مانع ہیں اور یہ چیزیں نوجوان لڑکے لڑکیوں کی شادی میں رکاوٹ بنتی ہیں۔ آپ • نے فرمایا کہ ان تمام چیزوں کو چھوڑ دو۔ شادی کی ابتدا آسان ہے اور شادی مادی لحاظ سے بہت سہل و آسان بنائی گئی ہے۔ جو چیز شادی میں اہمیت کے قابل ہے وہ بشری اور انسانی احساسات اور پہلوؤں کا خیال رکھنا ہے۔

آپ یہ خیال نہ کریں کہ اُس زمانے میں مہر کی بڑی بڑی رقموں یا بڑے جہیز کا کوئی تصور نہیں تھا، کیوں نہیں تھا؟ اُس زمانے میں بھی بعض بے عقل افراد آج کے عقل سے پیدل افراد کی مانند تھے۔ مثلاً دس لاکھ مثقال سونے کو اپنی بیٹیوں کا مہر قرار دیں بالکل آج کے بعض بے وقوف افراد کی مانند۔ یہ بڑے بڑے خرچے دراصل جاہلوں کے کام ہیں۔ اسلام نے آکر ان تمام چیزوں کو روند ڈالا۔ بیٹی کا مہر رکھنے کی وجہ یہ نہیں تھی کہ پیغمبر • نہیں جانتے تھے کہ یہ کہیں کہ میری بیٹی کا مہر سرخ رنگ کے بالوں والے ایک ہزار اونٹ اور وہ بھی فلاں شرائط کے ساتھ۔ وہ ایسا کر سکتے تھے لیکن انہوں نے ایسا نہیں کیا کیونکہ اسلام نے ان تمام جاہلانہ رسم و رواج پر خطِ باطل کھینچ دیا ہے۔

مَهرُ السُّنّة یا شرعي مهر

مہر کی بڑی بڑی رقموں کا تعلق زمانہ جاہلیت سے ہے اور پیغمبر اسلام • نے آکر اُن سب کو منسوخ کر دیا۔ پیغمبرِ اکرم • نے ایک متمول گھرانے میں آنکھیں کھولیں اور ان کے خاندان کا شمار قریش کے تقریباً سب سے زیادہ اہلِ ثروت اور متمول خاندانوں میں ہوتا ہے۔ وہ خود

بھی اسلامی معاشرے کے رہبر اور حاکم تھے۔ تو اس بات میں کیا مضائقہ تھا کہ اُن کی بہترین بیٹی اس عالم کی تمام خواتین سے زیادہ بہتر ہے اور خداوند عالم نے اُنہیں مِنَ الْاَوَّلِیْن وَالآخِرِیْن میں سے سَیِّدَۃُ النِّسَاءِ العَالَمِیْن بنایا ہے۔ اس عالم ہستی کے سب سے بہترین نوجوان سے جو مولائے متقیانؑ ہیں، شادی کرے اور اُن کا مہر زیادہ ہو؟! رسولِ اکرمؐ کیوں آگے بڑھے اور مہر کی رقم کو کم قرار دیا کہ جسے مَھْرُ السُّنَّۃ ۱ یا شرعی مہر کہا جاتا ہے۔ میری فکر کے مطابق حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کے جہیز اور مہر میں اس قدر سادگی کا خیال رکھا گیا تھا کہ تمام اہلِ بیت اس کم مہر یعنی ''مَھْرُ السُّنَّۃ'' کے مقید و پابند تھے۔ جبکہ وہ یہ اچھی طرح جانتے تھے کہ اس سنّتی مہر سے زیادہ مہر رکھنا جائز ہے لیکن انہوں نے اس مقدار کی پابندی کی۔ اس میں علامتی پہلو تھا۔ اس لیے کہ لوگوں میں ایک فکر رائج ہو سکے تا کہ اس پر عمل کر سکیں اور وہ مہر میں اضافے سے جنم لینے والی مشکلات میں گرفتار نہ ہوں۔

----

۱ ایران میں آجکل زیادہ تر مہر میں سونے کا سکہ رکھا جاتا ہے۔ جسے سکہ بہار آزادی کہا جاتا ہے اور جس کی قیمت تقریباً ۷۳۰۰ روپے ہے۔ ایران کے دیندار گھرانے چہاردہ معصوم کے نام پر ۱۴ سکے مہر رکھتے ہیں تا کہ ۱۴ کا ہندسہ بابرکت ہو۔ رہبرِ عالیقدر نے یہ فرمایا تھا کہ جس کا مہر ۱۴ سکوں سے زیادہ ہوگا اس کا نکاح نہیں پڑھائیں گے۔ دراصل یہ کم مہر کو رائج کرنے اور مہر کی بڑی بڑی رقموں کو توڑنے کا ایک نفسیاتی حربہ ہے۔ ۱۴ چودہ سکوں کی رقم آجکل تقریباً ۱۰۲۲۰۰ روپے بنتی ہے۔ جو ایرانی معاشرے میں مناسب رقم ہے۔ ہمارے

معاشرے میں چہاردہ معصومؑ کے نام پر چودہ ہزار روپے مہر کیلئے رکھے جاتے ہیں اور ہمارے یہاں اُسے چہاردہ معصومؑ کی برکت کی وجہ سے شرعی مہر کہا جاتا ہے جبکہ اس کا شریعت سے کوئی تعلق نہیں ہے۔(مترجم)

۱۴کے ہندسے پر اصرار کیسا؟

یہ جو آپ سنتے ہیں کہ ہم نے کہا ہے کہ ہم چودہ سکوں ۱ سے زیادہ مہر کا نکاح نہیں پڑھائیں گے۔ یہ اِس لیے نہیں ہے کہ چودہ سکوں سے زیادہ کے مہر سے شادی میں کوئی عیب پیدا ہوجاتا ہے،نہیں۔ چودہ ہزار سکے بھی ہوں تب بھی شادی میں کوئی عیب اور شرعی اشکال نہیں ہوگا۔صرف اس لیے کہ ہماری شادیوں میں مادی رنگ پر معنوی رنگ غلبہ حاصل کرے اور شادی ایک تجارت،اقتصادی معاملے اور مادی اشیائ کی خرید وفروخت نہ بنے۔ اگر آپ نے شادیوں میں سے یہ فضول خرچیاں کم کردیں تو شادی کا معنوی پہلو خود بخود مضبوط ہوجائے گا۔

مہر کی رقم جتنی کم ہو شادی اپنی فطری صورت سے اتنا ہی نزدیک ہوگی کیونکہ شادی تجارتی معاملہ نہیں ہے شادی کسی چیز کی خرید وفروخت اور کسی چیز کو کرائے پر دینے کا نام نہیں ہے بلکہ یہ دو اانسانوں کا باہم مل کر زندگی کی تعمیر کرنا ہے اور اس کا مالی اور مادی مسائل سے بھی کوئی تعلق نہیں ہے۔یہی وجہ ہے کہ حضرت ختمی مرتبت • نے مہر کی ایک مقدار معین کردی ہے تا کہ سب کا مہر ایک جیسا ہو لیکن اُسے بہت زیادہ نہیں ہونا چاہیے مہر کی رقم ایسی ہو کہ

معاشرے کے تمام طبقے اُسے اپنے لیے مقرر کرسکیں۔ شادی میں جو چیز سب سے زیادہ قابلِ اہمیت ہے وہ دو انسانوں اور دو روحوں کا ملاپ اور زندگی کا یادگار ترین واقعہ ہے نہ کہ ایک مالی اور اقتصادی معاملہ۔ اگر چہ کہ شادی میں تھوڑی مقدار میں مال (یعنی مہر، بیوی کے اخراجات وغیرہ کی صورت میں) وجود رکھتا ہے اور شریعت میں اُس مال کی اپنی ایک جداگانہ حیثیت ہے۔ وہ انسانی خلوص وصداقت کی علامت ہے کوئی خرید وفروخت کا سرمایہ اور لین دین نہیں ہے۔

زیادہ مہر لڑکی کی بے احترامی ہے

اگر کوئی اپنی بیٹی کو اہمیت دیتا ہے یا کوئی لڑکی خود کو صاحبِ حیثیت سمجھتی ہے تو اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ وہ یہ کہے کہ میرے مہر کو بہت زیادہ ہونا چاہیے۔ مہر کی رقم جتنی کم ہوگی اس مقدس رشتے میں انسانی پہلو کا احترام اتنا ہی زیادہ ہوگا۔

----

١ کافی جلد ٥، باب السُنۃ فی المھو ر، صفحہ ٣٧٥، حدیث ٧

کوئی بھی مال ودولت ایک انسان کے برابر نہیں ہوسکتا اور نہ ہی کوئی مہر ایک مسلمان عورت کے انگلی کے ایک پور کی قیمت بن سکتا ہے۔ اسی طرح کسی بھی قسم کی درآمد یا ثروت ایک مرد یا عورت کی شخصیت کی برابری کی صلاحیت نہیں رکھتی ہے۔

وہ لوگ جو اپنی بیٹیوں کے مہر کی رقم کو اُن کی عزت و آبرو اور شان و شوکت میں اضافے کی غرض سے زیادہ کرتے ہیں وہ احمقوں کی جنت میں رہتے ہیں۔ یہ احترام نہیں بلکہ انکی بے احترامی ہے۔ اِس لیے کہ آپ مہر کی رقم کو زیادہ کرنے سے اس انسانی ملاپ و انسانی رشتے کے دونوں طرف کو کہ جس کے ایک طرف مرد اور دوسری طرف عورت ہے، ایک جنس اور قیمت کے مادی معاملے کی سطح پر تنزل دے دیتے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ میری بیٹی تو اس قابل ہے کہ اس کا مہر اتنا زیادہ ہونا چاہیے۔ نہیں جناب! آپ کی بیٹی (اور اس کے احساسات، جذبات، خیالات، اُمیدوں، آرزوؤں اور اس کی زندگی کی شیرینی اور مٹھاس) کا مال و دولت سے ہرگز موازنہ نہیں کیا جا سکتا ہے۔

مہر درحقیقت ایک خدائی امر اور سنّتِ نبوی • ہے۔ اِس لیے نہیں ہے کہ اس محترم اور شریف و عزیز موجود انسان عورت کے مقابلے میں شوہر کوئی مادی چیز یا مال و دولت دے (اور یوں لڑکی کے جذبات و احساسات کو خرید لے!)۔

مہر بخشتي ہوں تم میري جان چھوڑ دو!

بعض اوقات یہ دیکھنے میں آتا ہے کہ شوہر برا ہے اور بیوی خواہ کتنے ہی زیادہ مہر کی مالک کیوں نہ ہو، اس سے کہتی ہے کہ ''میں اپنا مہر تم کو بخشتی ہوں تم میری جان چھوڑ دو''۔ مہر تو کسی کو خوشبخت نہیں کرسکتا۔ جو چیز انسان کو سعادت اور خوش بختی سے ہمکنار کرسکتی ہے وہ شرعی اور دینی روش کو اپنانا ہے۔ محبت کا بھی مال و دولت سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ ایسے انسانی رشتوں

میں دولت وثروت کی آمیزش اور مادی عُنصر کی ملاوٹ جتنی کم ہو اُن کا انسانی پہلو اتنا ہی زیادہ مستحکم ہوتا ہے اور محبت میں اتنا ہی اضافہ ہوتا ہے۔

بعض لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ مہر کی بڑی رقم میاں بیوی کے بندھن کو قائم رکھنے میں مدد کرتی ہے۔ یہ بہت بڑی غلطی اور خطا ہے اگر خدانخواستہ میاں بیوی ایک دوسرے کے لیے نا اہل ہوں تو مہر کی بڑی سے بڑی رقم بھی کوئی معجزہ نہیں کرسکتی۔

کچھ گھرانے ایسے ہیں جو یہ کہتے ہیں کہ ہم اپنی لڑکی کا مہر بہت زیادہ نہیں کہیں گے لیکن لڑکے کے گھر والے اتراتے ہوئے نخرے کریں گے اور کہیں گے کہ ایسا تو نہیں ہوسکتا ہے! آپ کی لڑکی کا مہر چند لاکھ روپے یا فلاں مقدار تک تو ہونا چاہیے۔ یہ تمام باتیں اسلام سے دوری کا نتیجہ ہیں۔ کوئی بھی زیادہ مہر سے خوش بخت نہیں ہوسکتا۔

یہ لوگ جو یہ خیال کرتے ہیں کہ اگر لڑکی کا مہر نہ ہو (یا کم ہو) تو ان کی لڑکی کی شادی خطرے میں پڑ جائے گی، یہ لوگ غلطی کررہے ہیں۔ اگر شادی کی بنیاد محبت پر قائم ہو اور زندگی بھی اچھی ہو تو زندگی بغیر مہر کے بھی قائم رہے گی۔ لیکن اگر شادی اور زندگی پر خباثت، چالاکی، دھوکہ اور فریب وغیرہ حاکم ہوں اور مہر کی رقم خواہ کتنی ہی زیادہ کیوں نہ ہو تب بھی اپنی بات کو تھوپنے اور مسلط کرنے والا مرد ایسا کام کرے گا کہ اتنا بڑا مہر بھی اس کے فرار کا راستہ نہیں روک سکے گا۔

بعض لوگ ہیں جو یہ کہتے ہیں کہ ہم مہر کو اس لیے بڑھاتے ہیں تا کہ شوہر، بیوی کو طلاق نہ دے سکے۔ یہ تو بہت بڑی خطا ہے۔ بڑے سے بڑا مہر بھی طلاق کا راستہ نہیں روک سکتا اور نہ

ہی روک سکا ہے۔ جو چیز طلاق کا راستہ روک سکتی ہے وہ انسان کا اچھا اخلاق، عملِ صالح اور اسلامی اقدار و احکام کی رعایت کرنا ہے۔

بڑے بڑے مہر، نوجوانوں کی شادی کی راہ میں رکاوٹ

جو لوگ اپنی خواتین کیلئے بڑے بڑے مہر رکھتے ہیں وہ اپنے معاشرے کو نقصان پہنچاتے ہیں۔ بہت سی لڑکیاں گھر بیٹھی رہ جاتی ہیں اور بہت سے لڑکے رشتہ ازدواج میں منسلک ہوئے بغیر تنہا زندگی گزارتے ہیں۔ صرف اس لیے کہ جب معاشرے میں بڑے بڑے مہر رکھنے کی عادت پختہ ہو کر رواج پا جائے اور

"مَهْرُ السُّنَّة"

(شرعی مہر) کے بجائے جاہلانہ رسم و رواج اور مہر معاشرے کو اپنے پنجوں میں دبوچ لیں تو پورا معاشرہ ہی خراب ہو جائے گا۔

اگر شادی اور اس سے متعلق مسائل میں مادیات کو مرکزی حیثیت حاصل ہو تو دو روحوں کا یہ ملاپ اور دو انسانوں کے دھڑکتے دلوں کے احساسات و جذبات کا یہ رشتہ مادی معاملے میں تبدیل ہو جائے گا۔ یہ بڑے بڑے جہیز، مادی رقابت و سبقت اور اپنی دولت و ثروت کا فضول خرچی کے ذریعے اظہار کرنا کہ جس میں بعض لوگ غیر دانستہ اور غافلانہ طور پر گرفتار ہیں، دراصل شادی کے آسان و مقدس امر کو خراب کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ شریعت میں ہمیں یہ حکم دیا گیا ہے کہ مہر کو کم رکھا جائے کہ اس سے مراد "مَهْرُ السُّنَّة" (شرعی مہر) ہے۔ اگر

مہر زیادہ رکھا جائے تو شادیاں بھی مشکل ہوں گی اور لڑکے لڑکیاں اپنی ازدواجی زندگی سے محروم ہو جائیں گے۔

میں ملک کے تمام باشندوں سے اپیل کرتا ہوں کہ مہر کو اتنا زیادہ نہ کریں، یہ جاہلانہ روش ہے۔ یہ وہ کام ہے کہ جس سے خدا اور اس کا رسول • خاص طور پر اس زمانے میں راضی نہیں ہیں۔ میں یہ نہیں کہتا کہ یہ کام حرام ہے اور شادی اس سے باطل ہو جاتی ہے۔ لیکن یہ کام سنّتِ نبوی •، اہلِ بیتؑ کی سیرت اور علمائے اسلام کی روش کے سراسر خلاف ہے۔ خاص طور پر اس زمانے میں کہ جب ہمارے ملک کو اس بات کی ضرورت ہے کہ تمام صحیح کام آسان طریقے سے انجام پائیں۔ اس میں کوئی بھلائی یا بہتری نہیں ہے کہ بعض لوگ شادی کو اس طرح مشکل بنائیں۔

ج: جهيز، زندگي كي آساني يا فخر و مباهات كا ذريعه؟

بيٹي كي عزت، اخلاق سے بنتي ہے نه كه جهيز سے

جہیز لڑکی کی عزت کا باعث نہیں بن سکتا بلکہ لڑکی کی عزت اس کے عمل اور اس کی شخصیت سے ہوتی ہے۔ لڑکی کے گھر والے خود کو بہت مشکل و مشقت میں ڈالتے ہیں، زحمت برداشت کرتے ہیں، اگر اُن کے پاس رقم نہیں ہوتی تو ادھر اُدھر ہاتھ پیر مار کر قرض لیتے ہیں اور اگر صاحب ثروت ہوتے ہیں تو فضول خرچی کرتے ہیں اور وہ بھی صرف اس لیے کہ ایک لمبا چوڑا جہیز کہ جس کی ہر ہر چیز سے زرق و برق جھلکتا ہو، اپنے بیٹی کو دیں۔

زیادہ مہر اور لمبا چوڑا جہیز کسی بھی لڑکی کو خوش بخت نہیں کرتا اور نہ ہی کوئی گھرانہ اس کے ذریعے آرام و سکون اور زندگی کے لیے لازمی اعتماد کو پاتا ہے۔ یہ تمام چیزیں زندگی کی ضروریات سے زیادہ ہیں اور دردسر، زحمت و مشقت اور مشکلات کے سوا ان کا کوئی فائدہ نہیں۔ مبادا آپ جا کر قرضدار بنیں، جہیز بنائیں اور خود کو بھی مشقت میں ڈالیں اور اپنے گھر والوں کو بھی! مبادا آپ یہ خیال کریں کہ اگر آپ کی بیٹی کا جہیز آپ کے ہمسائے یا آپ کے عزیز و اقارب سے کم ہوا تو یہ اُس کی بے آبروئی کا باعث بنے گا، نہیں! یہ ہرگز اس کی بے آبروئی کا باعث نہیں بنے گا (یہ آپ کا خیال باطل ہے!)۔

مادي دوڑ اور جهيز كي لعنت

اکثر گھرانے اسٹیٹس، حیثیت و آبرو اور مادیت کی دوڑ میں لگ کر جہیز کو اپنے لیے ایک وبال جان میں تبدیل کر دیتے ہیں اور یوں جہیز معاشرے کے لیے ایک لعنت بن جاتا ہے۔ بعد میں جب خود بھی اس لعنت کو اپنے اوپر سوار کر لیتے ہیں تو اب دوسروں کی باری آتی ہے۔ کہ اس اجتماعی بلا و آفت کے برے اثرات کو برداشت کریں۔ آپ نے تو اپنی نورِ چشمی کیلئے (اگر مال و دولت ہے تو آسانی اور فضول خرچی سے اور اگر مال و دولت نہیں ہے تو ادھر اُدھر ہاتھ پیر مار کر کہیں نہ کہیں سے) لمبا چوڑا جہیز جمع کر لیا تو آپ کے بعد آنے والوں اور اس فضول خرچی دیکھنے والوں کی کیا ذمے داری ہے اور وہ کیا کریں گے؟ مادیت، اسٹیٹس اور نام نہاد عزت و آبرو کی یہ دوڑ کہاں ختم ہوگی؟ یہ وہ مشکلات ہیں کہ جن کا حل نکلنا چاہیے اور اسلام یہ چاہتا ہے کہ معاشرے میں ان چیزوں کا دور دور تک کوئی نام و نشان نہ ہو۔

کچھ لوگ ہیں کہ جو کوشش کرتے ہیں کہ جہیز کی جمع آوری کیلئے عزیز و اقارب، ہمسائے اور رفقا کا سہارا لیں، یہ بہت بڑی غلطی ہے۔ آپ کو یہ دیکھنا چاہیے کہ کیا چیز صحیح اور حق ہے لہٰذا اُسی کو انجام دیں۔ اپنی ازدواجی زندگی شروع کرنے والوں کیلئے صحیح کیا ہے؟ دو انسانوں پر مشتمل ایک چھوٹے سے گھرانے کو مختصر سے وسائل زندگی کی ضرورت ہوتی ہے کہ وہ سادہ طور پر اپنی زندگی شروع کریں۔

مختلف قسم کی فضول خرچیاں، افراط، غیر معقول کام اور لمبے چوڑے جہیز کیلئے (خلال سے لیکر

گاڑی تک کی) تمام چیزیں حتماً خریدی جائیں، جو چیز بھی نظر آئے اُسے فوراً خرید لیں کہ ہماری لڑکی کے پاس اس کی اپنی سگی یا خالہ زاد بہن یا ہمسائے کی لڑکی یا اس کی کلاس فیلو سے کم سے کم ایک چیز تو زیادہ ہو۔ یہ وہ تمام غلط باتیں ہیں جو خود انسان کیلئے بھی اذیت و آزار کا سبب ہیں اور لوگوں کیلئے بھی دردِ سر ہیں۔ یہی وہ چیزیں اور مشکلات ہیں کہ جو لڑکیوں کے اُن کے شوہر کے گھر جانے اور لڑکوں کے اپنے گھر بسانے کی راہ میں رکاوٹ ہیں۔

اگر شادی آسان ہوتی، اگر لوگ شادی میں اتنی شرائط نہ لگاتے، اگر بعض افراد کے مہر کی رقمیں بڑی نہ ہوتیں، اگر جاہلانہ روش کے مطابق جہیز کی لمبی لمبی لسٹیں نہ ہوتیں اور ماں باپ صرف اس خیال سے کہ کہیں اُن کی لڑکی کا دل نہ ٹوٹ جائے اس کے جہیز کی جمع آوری میں خون پسینہ ایک نہیں کرتے تو بہت سے گھرانوں کے لیے یہ مشکلات پیش ہی نہیں آتیں۔ بہت سے گھرانے پہلے ہی سے ہر چھوٹی بڑی اور ضروری اور غیر ضروری چیزوں کو لڑکی کے جہیز میں شامل کر دیتے ہیں کہ مبادا ان کی بیٹی، اپنی چچا زاد بہن یا کسی رشتہ دار سے پیچھے نہ رہ جائے، یہ بات درست نہیں ہے۔ یہ کام غلط ہیں، آپ کی زحمت و مشقت کا سبب ہیں اور ایسی زحمت ہیں کہ جس کا خدا کے نزدیک نہ تو کوئی اجر و ثواب ہے اور نہ یہ لائق تحسین و شکریہ ہیں۔

دوسروں کی بھی فکر کریں

جب بعض لوگوں سے پوچھا جاتا ہے کہ آپ نے ازدواجی زندگی کا آغاز کرنے والے دو ہمسفروں کیلئے جہیز کے نام پر اپنی لڑکی کے لیے پورا بازار کیوں جمع کرلیا ہے؟ تو وہ جواب

میں کہتے ہیں کہ ہمارے پاس مال و دولت ہے اور چونکہ ہے لہٰذا ہم اُسے خرچ کر رہے ہیں! آیا یہ دلیل کافی ہے کہ ہمارے پاس ہے؟ نہیں! نہ صرف یہ کہ یہ استدلال کسی بھی صورت میں کافی نہیں ہے بلکہ غلط بھی ہے۔

ایک معاشرے میں مختلف قسم کے انسان زندگی بسر کرتے ہیں۔ آپ ایسا جہیز دیں کہ جس کے پاس کافی مال و دولت نہیں ہے اگر وہ اپنی بیٹی کی شادی کرنا چاہے تو وہ بھی یہ جہیز دے سکے۔ اگر ایسا نہ ہوا اور آپ جو اپنی بیٹی کو مفصّل جہیز اور اپنی نورِ چشمی کو لمبا چوڑا مہر دے رہے ہیں تو آپ کا یہ فعل شادی کے دروازے کو دوسروں پر بند کر دے گا۔ نہ یہ انسانی روش اور نہ ہی اسلامی۔

کائنات کی سب سے بہترین دُلہن کا جہیز

آپ حضرت ختمی مرتبت • کی صاحبزادی کو دیکھئے، اس عالم میں ہستی کی تمام بیٹیوں اور اولین وآخرین کی خواتین میں سب سے افضل و بہترین حضرت فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا تھیں۔ اتنی خوبیوں، شرافت اور عظمت والی نہ کوئی بیٹی پیدا ہوئی ہے اور اس جیسی نہ ہی کسی عورت نے اس عالم میں جنم لیا ہے۔ اول سے آخر تک کی تمام خواتین ان کی کنیزوں اور سورج کے مقابلے میں ذرات کی مانند ہیں۔ اُن کے شوہر امیر المومنین بھی عالم ہستی کے بہترین مردوں میں سے ایک ہیں۔ اگر ہم حضرت امیر المومنینؑ کے تمام کمالات و فضائل جمع کریں تو ہستی کے تمام مرد اُن کے ایک ناخن کے برابر بھی نہیں ہیں۔

عظمت وفضیلت وزیبائی کے یہ دونوں مظہر رشتہ ازدواج میں منسلک ہوتے ہیں۔ان دو ہمسفروں کا جہیز (مادی لحاظ سے ارزاں قیمت مگر معنویت وبرکت کے لحاظ سے بہت قیمتی) چند چیزیں تھیں کہ جسے تاریخ وسیرت کی کتابوں میں لکھا گیا ہے کہ ایک چٹائی، لیف خرما، ایک بستر، آٹا پیسنے کی ہاتھ کی چکی، ایک کوزہ اور ایک کاسہ ١ (اور چند مختصر چیزیں اگر آج ان چیزوں کی قیمت لگائی جائے تو چند سو روپوں سے زیادہ نہیں ہوگی۔اس مہر کو حضرت امیر المومنینؑ سے لے کر ادا کیا گیا اور ایک مختصر سے جہیز کو خرید کر کے حضرت فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا کے گھر لے جایا گیا۔

----

١ بحار الانوار، جلد ٤٣، باب ٥ صفحہ ٩٤

ہم یہ نہیں کہتے کہ ہماری بیٹیاں حضرت فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا جیسا جہیز لیں۔نہ ہماری بیٹیاں حضرت زہراؑ جیسی ہیں اور نہ ہم اُن کے والد بزرگوار جیسے اور نہ ہمارے بیٹے حضرت امیر المومنینؑ جیسے۔ہم کہاں اور وہ کہاں؟ زمین وآسمان کا فرق ہے۔لیکن ان باتوں سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ راستہ صرف انہی کا بتایا ہوا راستہ ہے اور سمت بھی انہی کی بتائی ہوئی سمت ہے۔

جہیز کو کم بنائیے، اِدھر اُدھر نگاہ نہ کریں اور فضول خرچ سے پرہیز کریں۔زندگی کو ان لوگوں کے لیے مشکل نہ بنائیے کہ جو زندگی کے امکانات اور وسائل سے محروم ہیں۔

حضرت زہرا سلام اللہ علیہا کا جہیز اتنا تھا کہ شاید دو آدمی بھی اپنے ہاتھوں پر اُٹھا کر اُسے ایک

گھر سے دوسرے گھر منتقل کر سکتے تھے۔ یہ کام ہے افتخار کے قابل اور اقدار یہاں ملتی ہیں۔ کیا پیغمبرِ اکرم • اس بات پر قادر نہیں تھے کہ اپنی بیٹی کیلئے ایک لمبا چوڑا جہیز بنائیں؟ اگر وہ ایک اشارہ کرتے تو اُن کے اصحاب کے جن میں بعض صاحبِ ثروت و دولت بھی تھے، وہ خدا سے چاہتے کہ یہ اصحاب آئیں اور ایک ایک تحفہ دیں اور مدد کریں لیکن انہوں نے یہ کام نہیں کیا۔ آخر کیوں؟ اس لیے کہ میں اور آپ سیکھیں۔

اگر ہم صرف بیٹھیں اور اِن فضائل کو بیان کریں، خوش ہوں اور ان چیزوں اور اُن کی سیرت سے درس حاصل نہ کریں تو اُس کا کیا فائدہ ہوگا؟ ہم ان کی سیرت سے کوئی فائدہ حاصل نہیں کررہے ہیں۔ طبیب کے نسخے کو گھر لاکر طاقچے میں نہیں رکھنا چاہیے کہ انسان روز اس کو دیکھے اور زیارت کرے۔ اس کے مطابق عمل کرنا چاہیے تاکہ ہمیں فائدہ ہو۔ اسی طرح پرہیزی غذا کے جدول کے مطابق عمل کریں تاکہ اس کا حقیقی فائدہ آپ کو حاصل ہو۔

اہلِ بیتؑ کی سیرت پر عمل کرنا دراصل روح کی پرہیزی غذا ہے اور اسی سے ہمارے معاشرے اور گھرانوں کی روحانی صحت وابستہ ہے۔ لہٰذا اس پر عمل کرنا اور شادی اور اس سے مربوط مسائل اور تقریبات کو سادگی کے ساتھ منعقد کرنا چاہیے۔

اے دلہنو! تم اس بات کی اجازت نہ دو!

اے بیٹیو! اپنے والدین کو اس بات کی اجازت نہ دو کہ وہ تمہارے جہیز کو بڑا بنائیں، اے دلہنو! تم یہ کام نہ کرنے دو۔ اگر تمہارے والدین چاہیں تو تم ان کو منع کرو کہ آپ یہ اتنی گراں

قیمت چیزیں کس لیے خرید رہے ہیں؟ دلہنوں کی ماؤں کو بھی چاہیے کہ جہیز تیار کرنے میں فضول خرچی سے اپنا ہاتھ روکیں اور افراطِ و اسراف سے کام نہ لیں۔ یہ نہ کہیں کہ ارے یہ تو ہماری چہیتی بیٹی ہے، اگر ایسا نہ ہوا تو اس کا دل ٹوٹ جائے گا، نہیں، ایسا نہیں ہے، یہ لڑکیاں بہت اچھی ہیں اور یہ ایسا کام نہیں چاہتیں ہیں۔ ہم بغیر کسی وجہ کے ان کا دل اس جانب نہ لے جائیں کہ ہر اچھی، قیمتی اور اعلیٰ درجے کی چیز حتماً ان کے لیے خریدی جائے۔

یہ لڑکیاں جو چاہتیں ہیں کہ ان کا جہیز بنے تو اپنے جہیز، برات و ولیمے کے لباس کی خریداری کے لیے شہر کے بعض علاقوں کی سب سے مہنگی دکانوں پر کہ جو بہت مشہور و معروف ہیں اور میں ان علاقوں سے بخوبی واقف ہوں لیکن ان کا نام لینا نہیں چاہتا، سب سے مہنگی چیزوں کے لیے نا جائیں۔ انہیں چاہیے کہ ان علاقوں کا رخ کریں جو مہنگے نہیں ہیں۔ ایسا نہ ہو کہ وہ بیچارے دولہا کو اپنے پیچھے لیے لیے پھریں تا کہ زیورات اور لباس خرید سکیں (اور لڑکوں کو بھی نہیں چاہیے کہ وہ بارات و ولیمے کے لباس اور دوسری خریداری کے لیے دلہن کے گھر والوں پر غیر اضافی خرچوں کا بوجھ ڈالیں) لیکن افسوس یہ ہے کہ لوگ یہ کام کرتے ہیں۔

دعائیہ کلمات!

یہ محفل ایک مقدس ملاپ کا نقطہ آغاز ہے، مبارک ہو۔ آنکھیں نظارہ کر کے ایک جگہ ٹھہر گئی ہیں۔ رہبرِ عالیقدر کی دلنشین آواز گونجی ''ان شائ اللہ، اللہ تعالیٰ مبارک کرے!'' حاضرین کے سرو دِصلوات نے فرشیوں کو عرشیوں کے ہمنوا بنا دیا۔ یہ اُس ''سید'' کے بابرکت ہاتھ ہیں جو خدائے مہربان کی بارگاہ میں دعا کے لیے اٹھے ہیں اور زبان سے ادا ہونے والے جملے

دراصل ایک پدر کی دیرینہ آرزو ہے جو صدقِ دل سے اپنی زندگی کا نیا سفر شروع کرنے والوں کے لیے ''اس'' کے آسمان لطف وکرم سے مثلِ باراں برس رہے ہیں۔

پروردگارا! ان کے دلوں کو آپس میں ہمیشہ ایک دوسرے کی نسبت

مہربان اور محبت کرنے والا بنا دے،

بارالہا! انہیں پاک و پاکیزہ اولاد عطا فرما،

خداوندا! انہیں توفیق دے کہ یہ تیری اور تیرے اولیائ کی رضا کے مطابق عمل کریں،

پالنے والے! وہ تمام افراد جو اس کارِ مقدس میں سبب بنے ہیں، انہیں

اپنی طرف بہترین اجر وثواب عطا فرما۔

''آغا'' کھڑے ہو جاتے ہیں اور دولہاؤں کی ایک لمبی قطار اُن سے ملنے کے لیے بے چین ہے۔ یہ دلہنیں بڑی حسرت سے دُولہاؤں کو مہربان رہبر کے بغل گیر ہوتے ہوئے مشاہدہ کرتی ہیں اور ''آغا'' اپنے ان کلمات کے ساتھ انہیں بہشت تک چھوڑنے کے لیے دروازے تک تشریف لے جاتے ہیں:

''خداوند عالم ان شا اللہ یہ نیا سفر اور شادی مبارک قرار دے، خداوند مہربان آپ سب کو ایک دوسرے کے سائے میں آخر عمر تک محفوظ رکھے اور آپ کو توفیق دے کہ آپ اپنے، اپنے گھر والوں، اپنے ملک اور دنیائے اسلام کیلئے عزت وافتخار کا باعث بنیں۔''

ہم بھی کائنات کے عظیم ترین اور بابرکت علی وفاطمہ کے جوڑے سے دست بستہ یہی عرض کریں گے آپ اس نئے سفر میں اس کے یار و مددگار بنیں۔ تمام شد

ISLAMICMOBILITY.COM
IN THE AGE OF INFORMATION
IGNORANCE IS A CHOICE

"Wisdom is the lost property of the Believer,

let him claim it wherever he finds it"

Imam Ali (as)